[اے پروردگار! تمام مخلوق کو مجھ سے بدظن کردے اور تمام اہلِ جہان سے مجھ کو یکسو کردے (جب) تو میرے دل کے رخ کو ہر طرف سے پھیرتا ہے تو مجھے اپنے عشق میں یک جہت و یک رُو کر لے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۳۷

میر عبداللہ بخشی کابلی کے نام طلبِ حق جل وعلا پر ترغیب دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد وصلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ روزمرہ کے امور شکر کے لائق ہیں امید ہے کہ آں عزیز (آپ) بھی خیر و عافیت سے ہوں گے اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر استقامت رکھتے ہوں گے اور پوست سے مغز کی جانب آئیں گے اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں گے کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے ز وجودِ خویش فانی　　رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی (بے خبر) ہے (اور) وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے]

مکتوب شریف پہنچکر مسرت کا باعث ہوا آپ کو آئندہ بھی اسی طرح اپنے احوالِ خیر انجام لکھتے رہنا چاہیئے کہ (یہ) غائبانہ توجہ کا باعث ہے، آپ نے طلب کا اظہار کیا تھا حق سبحانہٗ آتشِ طلب کو مشتعل فرمائے اور اور شعلۂ شوق کو سربلند کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح آزاد کردے اور محبتِ ذاتیہ تک پہنچادے میرے مکرم! بقدرِ محبت و شوق فیض کا راستہ کھلا ہوا ہے اور (پیر کے) باطن سے (مرید کے) باطن تک راہ کشادہ ہے امیدوار رہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس علاقے کے خلفا میں سے کسی ایک کو حکم ہو جائے جو کہ اس فقیر کے حصولِ مطالب کا ذریعہ بنے اور وہ توجہات دیتا رہے"۔ میرے مخدوم شیخ عبدالکریم یہاں موجود تھے میں نے ان سے کہہ دیا ہے اور خواجہ محمد حنیف وہاں ہیں وہ آپ کو سمجھا دیں گے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے (ان دونوں میں سے) جس کسی سے آپ رجوع کریں بہتر ہے، والسلام اولاً و آخراً۔ ۷۹

مکتوب ۳۸

غلام محمد افغان کے نام ایک حال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھا تھا کہ فانی اللہ ہو جا اور باقی باللہ نہ ہو اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس عالمِ فانی میں مطلوب یہی درد و شوق ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے الطاف و عنایات میں شامل رکھے، گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا چونکہ اعلیٰ احوال و کیفیات پر مشتمل تھا (اسلئے) اس نے مزید مسرت بخشی۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں نے ایک رات نمازِ تہجد ادا کرنے کے بعد دیکھا کہ نُور ظاہر ہوا اور اس بندہ سے کہتا ہے کہ فنا فی اللہ ہو جا، اور بقا باللہ ہو اور افاقہ کے بعد اپنے آپ کو فنا فی اللہ پاتا تھا بقا باللہ کا کوئی اثر نہیں تھا الخ"۔۔۔۔

میرے مخدوم! یہ واقعہ اور یہ یافت فنا فی الشیخ کا اثر ہے کہ جس کو آپ یہاں رہتے ہوئے بیان کرتے تھے اور مدتوں اس (حالت) میں رہے تھے حَمْدًا لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ہٰذِہِ الْعَطِیَّۃِ الْعُظْمٰی وَعَلٰی سَائِرِ نَعْمَائِہٖ [اللہ سبحانہٗ کے اس عطیۂ عظمیٰ اور اُس کی تمام نعمتوں پر اُس کی حمد ہے]۔ آپ جان لیں کہ فنا کمالاتِ ولایت کا پہلا کمال ہے اور دوسرے کمالات کے لئے شرط ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے ؎

تو مباش اصلا کمال این ست و بس ‏ ‏ ‏ رَو دروگم شو وصال این ست و بس

[تو ہرگز نہ رہ (یعنی خود کو مٹا دے) کمال یہی ہے اور بس، جا اس میں گُم (فنا) ہو جا، وصال یہی ہے اور بس]

اور فنا و بقا کے بارے میں مشائخ کے (مختلف) اقوال ہیں اس لئے ان معانی کو حاصل کرنا دشوار ہے، اس معاملہ کی جو تنقیح و توضیح ہمارے حضرت عالی (مجدد الفِ ثانی) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ نے بیان فرمائی ہے اور اُسے نہایت بلندی تک پہنچایا ہے وہ ایک دوسرا امر ہے اور ایک الگ حقیقت رکھتی ہے گویا فنا کی حقیقت اس مقام میں ہے مَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [جس نے نہیں چکھا نہیں جانا] ع

لذتِ مے نشناسی بخدا تا نہ چشی ‏ ‏ ‏ [خدا کی قسم جبتک تو چکھے گا نہیں شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

اور یہ جو آپ نے اس کے بعد دیکھا ہے کہ "فقیر (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) نے آپ کے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا ہے، اس حال سے ہوش میں آنے کے بعد آپ بقا کے آثار اپنے اندر پاتے ہیں اور یہ کیفیت روز بروز زیادہ ہو رہی ہے" واضح ہو! میرے مکرم! فنا و بقا دونوں ولایت کے رکن ہیں، الحمد للہ کہ آپ نے ہر ایک سے کچھ حصہ پا لیا ہے اور قدرے ایمان حاصل کر لیا ہے۔ اور یہ جو حال میں کہا گیا ہے کہ "بقا باللہ مت ہو" ہو سکتا ہے کہ اس اعتبار سے ہو کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس اعتبار سے ہو کہ بقا کسب کی مداخلت کے بغیر محض (اللہ تعالیٰ کی) عنایت ہے کیونکہ اس کی تمہید جو کہ فنا ہے نیز عنایت ہے پس (اس کے معنی اس طرح ہوں گے کہ بقا کے حاصل ہونے میں سختی نہ اٹھا کیونکہ تیری کوشش کے بغیر فنائے کامل کے بعد فضل و عنایت کے ذریعہ اس کے ساتھ مشرف کر دیں گے) بخلاف فنا کے کہ اگرچہ (وہ بھی) عنایت ہے لیکن اس کے مبادیات کسبی ہیں (یعنی سعی و سختی کے محتاج ہیں) کیونکہ فنا جو کہ انتفا ہے وہ نفی کا نتیجہ ہے اور نفی کسبی چیز ہے کیونکہ نفی طریقت ہے اور انتفا حقیقت ہے، اور

طریقت بظاہر کسب کے ساتھ وابستہ ہے اور حقیقت عنایت ہے پس فنا فی اللہ ہو جا یعنی اس کے مبادیات کے حاصل کرنے میں کوشش کر اور نفی کو کمال تک پہنچا تا کہ اتنا بدرجہ کمال حاصل ہو جائے، دیگر جو کچھ سیر و سلوک سے مقصود ہے وہ ماسوائے حق جل وعلا کے ساتھ گرفتاری کا زائل ہونا اور نفس کی شرارت اور اس کی سرکشی و خود آرائی سے رہائی پانا ہے جو کہ فنا میں حاصل ہوتا ہے اور بقا کا معاملہ سالکین کے قدموں کی لغزش کا مقام ہے اور اس توہم کا مقام ہے کہ بندہ شاید حق ہو جاتا ہے تعالی اللہ عن ذلك [اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے] اگرچہ توہم اس بات سے دور ہو جاتا ہے کہ بقا کی حقیقت بُرے اخلاق سے رہائی پانے کے بعد جو کہ فنا سے وابستہ ہے اخلاقِ حسنہ کے ساتھ متصف ہونا ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ فنا ہو جا یعنی فنا کا طالب ہو جا اور بقا مت ہو یعنی اس کے حصول کی کوشش نہ کر کہ اگر اپنی طرف سے عطا فرما دیں تو ایک بہت بڑی نعمت ہے اور امید ہے کہ لغزش سے محفوظ رکھیں گے۔ دیگر قبض و بسط احوال ہیں جو کہ سالک کو پیش آتے ہیں قبض کے وارد ہونے کے وقت بے قابو نہ ہو جائیں اور طاعات و عبادات میں بہت زیادہ رغبت کریں۔ اور یہ جو آپ احوال میں اپنے آپ کو موتیوں اور یاقوتوں سے جڑے ہوئے سونے کے لباسوں سے آراستہ دیکھتے ہیں بہت خوب ہے بقا کی بشارت دینے والا ہے۔ آپ نے دردِ طلب و شوق مطلوب اور اپنی تشنگی و بے قراری کے بارے میں اظہار فرمایا تھا، عمدہ و مبارک ہے، اللھم زد [اے اللہ! اور زیادہ فرما] اس دنیائے فانی میں یہی درد و شوق مطلوب اور تشنگی و بیقراری مرغوب ہے کامل طور پر یافت کا عالمِ باقی کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے، مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو بیشک اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت آنے والی ہے] تمام مخلوقات پر انسان کی فضیلت اسی درد و بیقراری کے باعث ہے جو کہ انسان کے معاملہ کو عروج بخشتی ہے۔ ۲۹/۵

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست   درد را جز آدمی درخورد نیست

[قدسیوں (فرشتوں) کو عشق ہے اور درد نہیں ہے، درد کا اہل آدمی کے سوا کوئی نہیں ہے]

والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۳۹

صوفی سعد اللہ کابلی کے نام ان کی کیفیات و احوال کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ جو کچھ قوم (صوفیائے کرام) کے نزدیک مسلم ہے یہ ہے کہ مطلوب کی یافت اَنفُس میں منحصر ہے ۱۰۱

اور ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدس اللہ سبحانہٗ سرہ کے نزدیک یافت کی حقیقت انفُس ہی پا کر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ جو خط کہ میرے دینی بھائی ملا اسعد اللہ نے بھیجا تھا پہنچا، اس نے مسرور کیا۔ یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ کوئی مکتوب آپ کو پہنچا ہے (جس میں) لکھا ہوا ہے کہ آپ کو قرآن مجید کے ساتھ ایک گونہ مناسبت حاصل ہو گئی ہے اور نیز کمالاتِ فرقانی سے کچھ حصہ پا لیا ہے، حافظ محمد محسن کہتا ہے کہ مجھ کو ہرگز فلاں شخص نے ان کمالات کے متعلق کچھ نہیں کہا ہے۔ آپ جان لیں کہ قرآن حق تعالیٰ کا کلام اور اُس عزّ اسمہٗ کی حقیقی صفت ہے، اس تعالیٰ شانہٗ کے کمالات لاتعداد و بیشمار ہیں، دیکھئے کون صاحبِ نصیب ہے جو کہ اس بے کنار سمندر میں تیراکی کرے یا اس میں سے ایک چلّو بھر لے تاکہ اس کے کسی حرف کا موتی حاصل کرے، آپ کے اس حال نے امیدوار کر دیا ہے، حق تعالیٰ اس سرچشمہ سے کوئی قطرہ آپ کے اور حافظ مذکور کے کام جان (حلق) میں پہنچائے اِنَّہٗ المُیَسِّرُ لِکُلِّ عَسِیْرٍ [بیشک وہ (تعالیٰ شانہٗ) ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہے]۔

آپ نے جمعیت و حضوری اور نمازِ فرض و نفل میں خاص کیفیت کے حصول اور نیز اس (نماز) میں اور اس کے باہر تجلیات، محویت و فنائیت کا ورود اور نماز کی کیفیات کی غیر نماز کی کیفیات پر فضیلت کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، عمدہ اور مبارک ہے نماز کی حالت فضیلت کیوں نہ رکھے جبکہ نماز مومن کی معراج ہے اور معراج کا کمال تمام کمالات سے اوپر ہے حدیث اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ [اے بلال! مجھے راحت دو] اور حدیث قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ [میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے] اس معنی کی تائید کرتی ہے ـــــ آپ نے لکھا تھا کہ "میں ایک روز ایک گوشے میں بیٹھا تضرع و زاری کے ساتھ التجا کر رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اسی دوران میں گویا آپ (خواجہ محمد معصومؒ) موجود ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ اے فلاں! تو نے سیرِ آفاقی و سیرِ انفسی کی تکمیل کر لی ہے، تو کیوں غم کھاتا ہے اور کیا چاہتا ہے میں امیدوار ہوں کہ مطلع کیا جاؤں کہ دائرۂ سیرِ آفاقی و انفسی کہاں تک منتہی ہوتا ہے اور طالب اس وقت میں کونسے مقام سے مشرف ہوتا ہے"۔ (جواب) آپ جان لیں کہ سلوک سیرِ آفاقی ہے اور جذبہ سیرِ انفسی ہے۔ (صوفیہ) کہتے ہیں کہ سیرِ آفاقی بُعد در بُعد ہے اور سیرِ انفسی قرب در قرب ہے، سیرِ آفاقی مطلوب کو اپنے آپ سے باہر تلاش کرنا ہے اور سیرِ انفسی اپنے آپ میں آنا اور اپنے دل کے گرد پھرنا ہے اور یہ دونوں (سیر) ولایت کے رکن ہیں جب تک دونوں حاصل نہ ہو جائیں ولایت صورت پذیر نہیں ہوتی اور قوم (صوفیہ) کے نزدیک مسلّم ہے کہ ولایت کی انتہا سیرِ انفسی کی انتہا کے ساتھ ہے اس کے ماوراء کوئی کمال نہیں ہے جو کہ ولایت میں معتبر ہو کمال کا کمال

شہودِ انفسی کو کہا گیا ہے، اپنے آپ سے باہر شہود و یافت نہیں ہے ؎

چوں جلوۂ آں جمال بیروں ز تو نیست   پا در داماں و سر بجیب اندر کش

[جب اس جمال (حسن) کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے تو پاؤں دامن میں اور سر گریبان کے اندر کھینچ لے]

ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ کے نزدیک مطلوب کی یافت آفاق و انفس سے باہر ہے اس لئے کہ مطلوب آفاق و انفس سے باہر ہے جو کچھ آفاق و انفس کے آئینے میں ظاہر ہے وہ سب ظلال سے وابستہ ہے دائرۂ ظل سیرِ انفسی پر ختم ہو جاتا ہے اور اصل کا معاملہ سیرِ آفاقی و سیرِ انفسی سے ماوراء ہے اور جذبہ و سلوک سے ماسوائے انفس سے آفاق کی مانند گذر جانا چاہئے تاکہ مطلوب کی خوشبو دماغ تک پہنچے۔

ع   لذتِ مے نشناسی بخدا تا نہ چشی   [خدا کی قسم جب تک تو چکھے گا نہیں شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

پس سالک جب سیرِ آفاقی و انفسی کی تکمیل کر لیتا ہے تو ولایتِ صغریٰ کی نہایت تک پہنچتا ہے والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۴۰

ملا ابو محمد لاہوری کے نام انسان کی عدمیتِ ذاتیہ کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ
صاحبِ قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ نجوم الہدیٰ۔ نامۂ نامی و مکتوبِ گرامی جو آپ نے اس
مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صدور سے مشرف ہوا، اللہ تعالیٰ قرب کے مدارج میں ترقیات
عطا فرمائے اور اپنے جذبات و عنایات سے مکرم و ممتاز کرے، وجود اور تمام کمالات جو وجود کے تابع
ہیں بارگاہِ ربِّ معبود کا خاصہ ہیں، ان کمالات میں سے جو کچھ ممکن میں ظاہر ہے وہ اس بارگاہ سے ۷۲
مستفاد و مستعار ہے جو کچھ ممکن کا ذاتی ہے وہ عدم ہے جو کہ کمالاتِ (حق) کے انعکاس کے ذریعے
وجود نما ہو گیا ہے اور اپنے اس عارضی کمال اور انعکاسی ہستی کے باعث اپنے آپ کو کامل و خیر
تصور کر لیا ہے اور موجودِ حقیقی کے ساتھ شرکت و ہمسری کا دعویٰ پیدا کیا ہے اور اس بے بنیاد
(خیال) پر طویل بنیاد رکھی ہے اور اس کے واسطے سے انانیت و سرکشی و تکبر ہم پہنچایا ہے اور جب
عنایتِ الٰہی اس کے حق میں سبقت کرتی ہے تو وہ اپنی حقیقت کو کما ھی [جیسی کہ وہ ہے] پا لیتا ہے
اور اپنی عدمیتِ ذاتی پر مطلع ہو جاتا ہے اور جان لیتا ہے کہ یہ کمالات اس میں عارضی ہیں اور یہ خیر ہونا انعکاسی
ہے نہ کہ ذاتی، اس وقت سعادت کا سر رشتہ اس کے ہاتھ آ جاتا ہے اور مطلوب کی خوشبو اس کے دماغ تک پہنچ جاتی ہے۔

ے　چوں بدانستی کہ ظلِ کیستی　　فارغی گر مُردی و گر زیستی

[جب تونے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مُردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

اور جب یہ عاریت کی دید غالب آجاتی ہے وجود اور تمام صفات کے کمالات کو یہ تمام و کمال اصل کے سپرد کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو جو کہ کمالات کا آئینہ تھا محض خالی پاتا ہے اور خیر ہونے کی کوئی بُو نہیں دیکھتا بلکہ عدم محض پاتا ہے اور وجود و صفات کا کوئی اثر اپنے اندر نہیں دیکھتا اس وقت فنائے حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا وہ بجا لاتا ہے کیونکہ اس عالمِ فانی (دنیا) میں اس شخص سے مطلوب اپنی نفی کرنا اور فنا ہونا ہے ع

توباش اصلا کمال این ست وبس　　[تو ہرگز نہ رہ (یعنی خود کو مٹادے) کمال یہی ہے اور بس]

کمال اس کے حق میں کمال کی نفی کرنا ہے اور خیریت سلب خیریت میں ہے، بیچارہ (سالک) کہ مطلوب سے جس کا حصہ فنائیت و نیستی ہے اور جس کا کمال سلبِ کمال ہے وہ مطلوب کے کمال سے کیا پائے اور اس کے حُسن و جمال کا کس طرح پتہ لگائے مگر یہ کہ عدم کے بعد اس کو وجود دیا جائے اور ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا کیا جائے تو اس وقت وہی عارف و معروف ہوگا پس وہی ذاکر و مذکور ہوگا۔

آپ نے اس دیار (سرہند) کے آنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا ع

کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست　　[مہربانی کر اور تشریف لا کہ یہ گھر تیرا گھر ہے]

اس ناکارہ سے جو درخواست کی ہے وہ آپ کے حُسنِ ظن کی وجہ سے ہے ورنہ یہ فقیر اپنے آپ کو کسی اعتبار سے بھی کسی قابل نہیں سمجھتا، منازلِ قرب تک پہنچنا ایک عظیم کام ہے البتہ اَنَا عِندَ ظَنِّ عَبدِی بِی[1] [میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں] کے مطابق ممکن ہے کہ آپ کے حُسنِ ظن کے موافق آپ کے ساتھ معاملہ کیا جائے۔

ے　می تواند کہ دہد اشکِ مرا حُسنِ قبول　　آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را

[جس اللہ نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے وہ میرے آنسوؤں کو بھی قبولیت کا شرف بخش سکتا ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۴۱

۴۲

سلطان عبد الرحمٰن کے نام حق جل و علا کی خوشنودیاں حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ باطنی

---

[1] یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے (حصن حصین)

انعامات و جذبات سے معزز و مشرف رکھے، آپ نے جو مکتوب گرامی اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اُس نے مشرف کیا، آپ نے شوقِ ملاقات کا اظہار کیا تھا، حق سبحانہٗ شوق کی آگ کو مشتعل فرمائے اور محبت کے شعلہ کو سر بلند کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح آزاد کر دے اور سراپردۂ قرب کے سائے میں پہنچائے۔ چند روزہ زندگی بہت غنیمت ہے چاہیے کہ مولائے حقیقی کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں صرف ہو اور ذکر و فکر میں بسر ہو، کمینی دنیا کی آسائشیں جو کہ فنا ہونے والی اور ہلاکت کے مقام میں ہیں اس لائق نہیں ہیں کہ ان کو آخرت کا بدل بنایا جائے اور اُن کے حاصل کرنے میں ابدی ملک اور دائمی آسائشوں اور بارگاہِ صمدی (اللہ تعالیٰ) کی رضامندی سے محروم رہا جائے۔ والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ و التزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات و البرکات العلیٰ۔

مکتوب ۴۲

صوفی سعد اللہ کابلی کے نام ان کے روشن احوال کے جواب میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نسبت جس جگہ سے بھی پہنچے (اس کو اپنے پیر (کی جانب) سے جاننا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، جو خط عزیزم ملا سعد اللہ نے بھیجا تھا پہنچا اُس نے خوشوقت کیا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ جمعیت سے ہیں اور ہر روز بہتر ہیں۔ آپ جانیں کہ یہ جو آپ نے حال میں پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ہے اور ہر ایک کے ساتھ گفتگو کی ہے اور جو خاص نسبت و کیفیت اس واقعہ پر مترتب ہوئی ہے اور دوسرے روز جو محویت و فنائیت کی نسبت اور جو شوق و ولولہ پیدا ہوا اور عصر کی نماز میں جو عظیم کیفیت حاصل ہوئی یہ سب امور واضح ہوئے اور فرحت و مسرت کا باعث ہوئے۔

اور یہ جو آپ نے ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدس سرہٗ اور حضرت خواجہ بزرگ (بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس سرہٗ) اور غوث الثقلین (شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ) کو دیکھا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ اکابر آپ کی تربیت کے لئے آئے ہیں اور (ان میں سے) ہر ایک سے نسبتیں پہنچی ہیں اور انھوں نے خلعتیں عنایت فرمائی ہیں، عمدہ اور مبارک ہے، لیکن اسقدر جان لینا چاہیے کہ جہاں کہیں سے بھی فیض و نسبت مشاہدہ کیا جائے اس کو اپنے پیر کی طرف راجع کرنا چاہیے کہ جس نے کسی بزرگ کی صورت میں متشکل ہو کر نسبت کا فیض جاری کیا ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۴۳

خواجہ محمد حنیف کابلی کے نام حوادث کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ (و مشیت) کی طرف لوٹانے اور اُن کے خلوق نہ ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد برادرِ عزیز و ارشد سے عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی سلامتی اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے، حالات لکھتے رہیں اور ہر روز ترقی پر رہیں، مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ۔ [جس شخص کے دو دن یکساں گزرے (یعنی دوسرے دن ترقی نہیں کی) وہ خسارے میں ہے] دُور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد رکھیں، زمانہ کی گردشوں اور اہلِ زمانہ کے انقلاب سے رنجیدہ نہ ہوں اور اُس (زمانہ) کے پست و بلند کرنے سے متغیر نہ ہوں بلکہ عبرت حاصل کریں اور اپنے بارے میں ترساں و لرزاں رہیں، مومن کا دل رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے[1] وہ اس کو جس طرح چاہتا ہے بدل دیتا ہے، ع

چو بید بر سر ایمانِ خویش مے لرزم　　[میں اپنے ایمان پر بید کی مانند کانپتا ہوں]

اللہ جل شانہٗ کی تدبیر سے ڈرنا چاہئے اور استدراج سے خوف کرنا چاہئے۔ عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ [اے مسلمانو! اپنی جانوں کی حفاظت کرو جب تم ہدایت پا گئے تو تم کو کسی کا گمراہ ہونا ضرر نہیں پہنچائے گا] سب کچھ حق سبحانہٗ سے جاننا چاہئے اور سب امور کو اس تعالیٰ شانہٗ کے سپرد کرنا چاہئے ؎

از خدا دان خلافِ دشمن و دوست　　کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست

[تو دشمن و دوست کی مخالفت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جان کیونکہ دونوں کے دل اُس کے تصرف میں ہیں]

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔ [اے ہمارے پروردگار! جبکہ تو نے ہمیں ہدایت دی ہے تو اب ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما بیشک تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے]

مکتوب ۴۴

خواجہ عبیداللہ کولابی کے نام کمالاتِ فنا و بقا کی شرح میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ

[1] ابن ماجہ و ترمذی میں روایت ہے کہ ان القلوب بین اصبعین من اصابع اللہ الخ سے ۳۸ سے ۱۰۵

کام کا مدار فضل پر ہے لیکن عمل کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد وصلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صدور سے فرحت ومسرت حاصل ہوئی، اس میں درج تھا کہ "نمازِ عصر میں ایک حال ظاہر ہوا کہ اس ناچیز کی ذات کے جو اعراض تھے اپنی اصل کی طرف عود کر گئے اور
ط ۲۶ ان کا کوئی نام ونشان باقی نہیں رہا اور اپنی اصل میں پوری طرح ناپید و نابود ہو گئے اور اکثر اوقات محویت اس قدر صورت پذیر ہوتی ہے کہ اپنے اور اپنے غیر کے متعلق ذرا شعور نہیں رہتا"۔ (جواب) میرے مخدوم! یہ محویت اور یہ کمالات کا اصل کی طرف عود کرنا فنا واطمینانِ نفس میں درجۂ کاملہ ہے اور اسلامِ حقیقی فنا کی اسی قسم پر مرتب ہوتا ہے، اور یہ جو وارد ہوا ہے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا [مرنے سے پہلے مر جاؤ] (اس میں) موت سے مراد یہی فنا ہے کہ نفس اس فنا میں غلبۂ محبت کے ظہور اور صاعقۂ احدیت کے نزول کے باعث ماسوا کی دید و دانش سے آزاد ہو چکا ہے اور انانیت (خودی) سے گذر گیا ہے بلکہ اپنا کوئی نام ونشان نہیں چھوڑا ہے اور غیبِ ہُوِیَّت کی تیغ آرزو سے مقتول ہو گیا ہے اَوَمَنْ کَانَ
پ۸ ع۲ ۱۲۲ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ الآیہ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مُردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا] کی خوشخبری اور مَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کی دیت میں خود ہوں] کی بشارت اس طرح کے مقتول وگم شدہ کو سربلند کرتی ہے اور اس کے معاملے کو سب سے آگے کر دیتی ہے۔ یہ حیات جو کہ اس موت کے بعد ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے زوال پذیر نہیں ہے اور چونکہ محض (اللہ تعالیٰ کا) عطیہ ہے (اس لئے) موت اُس کو نہیں اٹھا سکتی، یہ صورتِ موت ہے حقیقتِ موت نہیں ہے کہ جو حیاتِ حقیقی سے متصادم ہو اور (ان کا) جمع ہونا محال ہو، اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ وَلٰکِنْ یَّنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ [آگاہ رہو کہ بیشک اولیاء اللہ مرتے نہیں ولیکن ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہیں] اور
پ۴ ع۸ ۱۶۹ آیہ کریمہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ [جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے ہیں تم اُن کو مُردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے نزدیک زندہ ہیں] آپ نے سنا ہوگا۔ ع

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق [جس شخص کا دل عشق سے زندہ ہو گیا وہ ہرگز نہیں مرتا]

پ۴ ع۶ ۱۴۴ اور صورت کے اعتبار سے موت فرمایا اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ [پس اگر وہ (رسول) مر گیا یا قتل کر دیا گیا ہو تو کیا تم اپنے پاؤں پر پلٹ جاؤ گے (یعنی اپنے دین سے پھر جاؤ گے)] پس (ان دونوں میں) کوئی مخالفت نہیں ہے ـــــ آپ نے لکھا تھا "اعمال سے ناامیدی متصور ہوتی ہے، ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعمال جو کہ یہ قصور وار رکھتا ہے اس بارگاہ میں کچھ نہیں ہیں اور محض ناچیز ہیں (یہ عاجز) حیران ہے کہ

کس طرح عمل کرے کہ اُس بارگاہ کے لائق ہو" میرے مخدوم! آپ نے جو کچھ لکھا ہے سچ اور درست ہے کامیابی کا مدار فضل پر ہے لیکن عمل کے بغیر چارہ نہیں ہے اور عمل میں پوری طرح کوشش کرنی چاہئے اور فضل و رحمت پر اعتماد رکھنا چاہئے اور اس عمل کو (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ کے لائق نہیں جاننا چاہئے، بزرگوں نے کہا ہے اِعْمَلْ وَاسْتَغْفِرْ [عمل کر اور استغفار کر]۔ لوگوں نے حضرت رابعہ (بصریہ رحمہا اللہ) سے پوچھا تو جو امید رکھتی ہے تو کس چیز سے امید رکھتی ہے؟ انھوں نے کہا میں اپنے ہر عمل سے ناامیدی کے ساتھ امید رکھتی ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل سے نجات نہیں پائیگا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اور کیا آپ بھی نہیں؟ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اور میں بھی نہیں لیکن یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ساتھ میری اس سے پردہ پوشی فرمادی ہے —— اور یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ "رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں نعمتیں ہیں اور مجھ کو امر ہوا ہے کہ ان کو تقسیم کردے اور تو ہر جگہ پہنچا تا ہے اور فقیر کو ایک دوسری جماعت کے ساتھ لے جاکر آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتحیات کی خدمت و پابوسی کے ساتھ مشرف کرایا ہے" عمدہ و مبارک ہے —— اور دوسری دفعہ آپ نے دیکھا کہ تو (خواجہ محمد معصومؒ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں بیٹھا ہے اور ایک ساعت نہیں گذری تھی کہ تیری صورت غائب ہوکر تیری بجائے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہوئے ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صورت مبارک غائب ہوگئی اور تو اُن کی بجائے ظاہر ہوا۔ تین مرتبہ تک اسی طرح مشاہدات ہوتے رہے، حَمْدًا لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلیٰ ذٰلِکَ وَعَلیٰ جَمِیْعِ نَعْمَائِہٖ [اس نعمت پر اور اس کی تمام نعمتوں پر اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے]۔

مکتوب ۴۵

سید نور محمد بہاری کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سیادت پناہ سید نور محمد کا مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ کو چاہئے کہ اسی طرح اپنے ظاہری و باطنی احوال لکھتے رہیں کیونکہ یہ غائبانہ توجہ کا باعث ہے، اوقات کو حق جل وعلا کی یاد میں معمور رکھیں اور اُس عز برہانہٗ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں جان کے ساتھ کوشش کریں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں (انسان کو) دنیا میں کھانے اور سونے کے لئے نہیں لایا گیا ہے اور عیش و آسائش کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے، عیش و آسائش کا مقام آگے آنے والا ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّ

اَلْعَیْشُ عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ [درحقیقت عیش تو آخرت کا عیش ہے] بلکہ طاعت و بندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اپنی معرفت کے لئے لایا گیا ہے، وظائفِ بندگی کی ادائیگی میں کوشش کی رعایت رکھنی چاہئے اور معرفت کے حصول اور اس کی طلب میں اپنے آپ کو سکون و آرام نہیں دینا چاہئے اور جہاں کہیں سے بھی اس کی بُو دماغ میں پہنچے اُس کے درپے ہونا چاہئے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام ۔۔۔ دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد

[میں آنکھ اور دل کو کس چیز کے ساتھ مشغول کروں کیونکہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو چاہتی ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۴۶

جان محمد بیگ کولابی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ہستی حقیقی کو نیستی (فنائیت) کے جال کے بغیر شکار نہیں کر سکتے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) حالات ہر حال میں حمد کے لائق ہیں اور آپ کی ظاہری و باطنی سلامتی و استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے، آپ کے متعدد خطوط پے در پے پہنچے چونکہ صحت و عافیت و ظہورِ فنائیت و دیدِ قصور پر مشتمل تھے مسرت کا سبب ہوئے حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس دید کو زیادہ کرے اور اپنی ہستی حقیقی کی معرفت عطا فرمائے تاکہ نیستی کے جال سے ہستی کا شکار کرے، عشق کے مقتول کے لئے مَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کا خونبہا میں خود ہوں] کی بشارت کافی ہے اور تیغ محبت کے مارے ہوئے کو فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا [پس ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا] کی خوشخبری سر بلند کرتی ہے ؎ پ۸ ع۲

گر بہ سر کوئے عشقِ ما کشتہ شوی ۔۔۔ شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

[اگر تو میرے عشق کے کوچے میں مارا جائے تو شکرانہ ادا کر کہ تیرے خون کا بدلہ میں ہوں]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۴۷

میرزا محمد صادق پسر نصیر خاں کے نام طریقۂ خواجگان کے حقائق و خصائص اور جس چیز کے ساتھ

ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی) ممتاز ہیں اس کی طرف اشارہ اور طریقۂ نفی اثبات کی کیفیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب جو آپ نے اپنے کسی آدمی کے ہاتھ اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صدور سے مسرور و خوشوقت ہوا، حق سبحانہٗ و تعالیٰ شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقے پر استقامت و مداومت عطا فرما کر آپ کے باطن کو حضرات خواجگان کی نسبت سے معمور رکھے، اس طریقہ (یعنی طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ) کا قلیل دوسرے طریقوں کے کثیر سے بہتر و پسندیدہ ہے، یہ طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے اور لازمی طور پر پہنچانے والا، طالبِ صادق اگر پیرِ کامل کی صحبت میں رہے تو امید ہے کہ وہ راستہ میں نہیں رہے گا اور اگر ناقص کی صحبت میں رہے تو طریقہ کا قصور نہیں ہے کیونکہ (جب) وہ خود واصل نہیں ہے کوئی دوسرا شخص اس کی صحبت میں کس طرح واصل ہوگا اور اس کے طریقے میں اندراجِ نہایت در بدایت ہے، اس طریقہ کا بتدئی رشید نہایت کی چاشنی سے بے بہرہ نہیں ہے لیکن ہمارے طریقہ کا مدار صحبت اور پیر کی توجہ پر ہے، ترقی اسی کے ساتھ وابستہ ہے، سعادتمند مرید اگرچہ پیر کی غیر موجودگی میں اُس کے باطن سے (اپنی) محبت و عقیدت کے مطابق بہرہ ور ہوتا ہے اور فیوض و برکات اخذ کرتا ہے لیکن صحبت اور غیبت میں سینکڑوں گنا فرق ہے اور جود قائق کہ ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ نے اس طریقہ میں ص۷۹
بیان فرمائے ہیں اور اس طریقہ کی تحقیقات و تدقیقات کہ جن پر انھوں نے عمل فرمایا ہے اور معاملہ کو پستی سے بلندی تک پہنچایا ہے اور جس نسبت و طریقہ کے ساتھ حضرتِ عالی ممتاز ہیں اور وہ نسبت ہزار سال کے بعد ظہور کے تخت پر جلوہ افروز ہوئی ہے اور از سرِ نو تازہ ہوئی ہے اور اتنی مدت تک پوشیدہ رہی ہے اور کام کے چہرے سے نقاب نہیں اُٹھایا تھا جیسا کہ حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کے رسائل و مکاتیب سے اس کا کچھ حصہ واضح و نمایاں ہے کہاں تک بیان کرے۔

آپ نے (ذکر) نفی و اثبات کا طریقہ طلب کیا تھا، لکھا جاتا ہے اس کے مطابق عمل میں لائیں اور اس کی برکات کے امیدوار رہیں اگرچہ نمایاں ترقی اور کامل تاثیر صحبت و توجہ پر موقوف ہے لیکن مَا لَا یُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا یُتْرَكُ كُلُّهٗ [جو چیز کامل طور پر حاصل نہ ہو اس کو بالکل ترک نہیں کرنا چاہیئے] نفی و اثبات کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگالیں اور ہونٹوں کو بند کرلیں اور سانس کو ناف کے نیچے روک لیں اور لفظ لَا کو خیال کے ساتھ ناف سے کھینچیں اور سر کے اوپر پہنچائیں اور لفظ اِلٰہَ کو سر سے دائیں کندھے تک لیجائیں اور لفظ اِلَّا اللّٰہُ کو دائیں کندھے سے دل پر لیجائیں اور سانس رکا رہے

اور اس کلمہ کے ساتھ اس کلمہ کے معنی کو بھی خیال میں لائیں اس طرح پر کہ ذاتِ پاک (اللہ تعالیٰ) کے سوا اور کوئی مقصود نہیں ہے، لَا کے ساتھ نہیں ہے کا تصور کریں اور اِلٰہ کے ساتھ کوئی مقصود کا خیال کریں اور اِلَّا اللّٰہ کے وقت سوائے ذاتِ پاک سمجھیں، ہر سانس میں طاق عدد کہیں (یعنی) ایک دفعہ یا تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ کہیں اور اسی طرح بتدریج زیادہ کریں جہاں تک سانس برداشت کر سکے، اور اسی وجہ سے اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں یعنی (ایک سانس میں) ذکر کی تعداد پر واقف رہے تاکہ ہر سانس میں طاق عدد کہے جفت نہ کہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۴۸

شیخ عبدالرحمٰن برادرِ شیخ عرب بخاری کے نام زمینِ ہند کی برکات اور نسبت کی حفاظت کی ہمیشگی پر ترغیب دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو مکتوبِ مرغوب محبت کے باعث ارسال کیا تھا اُس نے خوشوقت کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں نے کشمیر سے ولایت (وطن بخارا) کا ارادہ کیا تھا کہ جاؤں لیکن پشاور میں جناب حاجی جیو نے نہیں چھوڑا اَلْخَيْرُ فِيْمَا صَنَعَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ [جو کچھ اللہ سبحانہٗ کرتا ہے اسی میں بہتری ہے] بظاہر اسی میں بہتری ہوگی"۔ (جواب) میرے مخدوم! ہندوستان میں بھی ولایت (وطن) میسر ہے، کیوں اسی جگہ سیرِ معنوی کے ذریعے ولایت کا ارادہ نہ کریں اور کیوں اس نعمت کے طالب نہ رہیں اور کیوں سفر در وطن نہ کریں اور سیرِ انفسی کے ذریعے سیرِ آفاقی سے مستغنی رہیں۔ آج ہندوستان میں وہ (نعمت) میسر ہے جو اکثر جگہوں میں میسر نہیں ہے فیوض و واردات کی کثرت کے باعث بہت سے خطوں اور شہروں کے لئے قابلِ رشک ہے اور صباحت و ملاحت کے امتزاج کے باعث حُسن و لطافت میں یثرب و بطحا (مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ) کی خاک کے ساتھ مشابہت کامل رکھتا ہے، اس کے انوار و برکات کا بیش از بیش امیدوار ہے — بات دوسری طرف چلی گئی، چاہیے کہ سیکھے ہوئے طریقہ پر مداومت رکھیں اور نسبتِ باطن کی نگہداشت میں کوشاں رہیں نسبت کی حفاظت پر اسقدر کوشش کریں کہ حضوری کی نسبت دل کا ملکہ ہو جائے اور مذکور کے ماسوا سے کُلّی انقطاع حاصل ہو جائے ع این کار دولت ست کنوں تا کرا دہند

[یہ نصیبہ کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں] والسلام۔ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً۔

مکتوب ۴۹

محمد میرک بیگ بدخشی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ چونکہ مطلوبِ حقیقی آفاق و انفس سے ماوراء ہے (اس لئے) اس کے طالب کو چاہئے کہ آفاق و انفس سے گذر جائے اور اس کے ماوراء جدوجہد کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ طویل سفر سے واپسی ہو گئی ہے اب سیرِ انفسی میں مشغول ہو جائیں اور سیرِ مستطیل سے سیرِ مستدیر کی طرف آجائیں اور بُعد سے قرب کی طرف مائل ہوں، قوم (صوفیہ) کے نزدیک انتہائے کار سیرِ انفسی ہے، سیرِ آفاقی کو یہ حضرات دُور از کار جانتے ہیں اور مطلوب کی یافت کو انفس میں منحصر کہتے ہیں، فرماتے ہیں ؎

چوں جلوۂ آں جمال بیرون تو نیست پا در دامان و سر بجیب اندر کش

[جب اُس جمال (حُسن) کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے تو پاؤں دامن میں اور سر گریبان کے اندر کھینچ لے]

اور ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ العزیز کے نزدیک سیرِ انفسی بھی سیرِ آفاقی کی مانند مطلوب کی یافت سے خالی ہے، وہ تعالیٰ شانہٗ جس طرح آفاق سے ماوراء ہے انفس سے بھی ماوراء ہے، نیز جو کچھ آفاق و انفس کے آئینوں میں جلوہ گر ہے وہ سب نشانات و ظلال ہیں اور شبہ و مثال کے ساتھ تسلی پاتا ہے پس مطلوب کو آفاق و انفس کے ماوراء تلاش کرنا چاہئے اور سلوک و جذبہ کے ماوراء لگ جانا چاہئے اور بیرون و اندرونِ عالم کے ماسوا طلب کرنا چاہئے، محدود عقل اس معما کو حل نہیں کر سکتی اور خروج و دخول سے ماوراء اور آفاق و انفس سے باہر تصور نہیں کر سکتی، عَرَفْتُ رَبِّيْ بِجَمْعِ الْأَضْدَادِ [میں نے اپنے رب کو متضاد چیزوں کے یکجا جمع کر دینے سے پہچانا] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۵۰

حاجی مصطفےٰ بنگالی کے نام نصیحت اور دریافتِ احوال کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے احوال و اطوار

حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی ظاہری و باطنی عافیت و استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے پس بیشک یہی اصلِ کار اور نجات کا مدار ہے، عرصہ ہوا کہ آپ کے احوال و اطوار سے اطلاع نہیں رکھتا ہوں دل منتظر ہے، معلوم نہیں کہ آپ کس طرح بسر ہوں گے اور کن لوگوں کے ساتھ صحبت رکھتے ہوں گے زیادہ تر گوشہ نشینی و تنہائی کی طرف راغب ہیں یا لوگوں کے ساتھ میل جول کی طرف، لوگوں کو طریقہ سکھاتے ہیں یا نہیں اور اگر سکھاتے ہیں تو کس قسم کا اثر پیدا ہوتا ہے، فنا کی حد تک کوئی شخص پہنچا ہے یا نہیں، ظاہری علم کے ساتھ زیادہ تر مشغولیت ہے یا ذکر و مراقبہ کے ساتھ ترقی کا راستہ کھلا ہوا ہے یا نہیں، مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں گذریں (یعنی دوسرے دن ترقی نہیں کی) وہ خسارے میں ہے] ؎

خوابم بشد از دیدہ دریں فکرِ جگر سوز کاغوشِ کہ شد منزل و آسائشِ خوابت

[اس جگر سوز فکر میں میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی کہ تیری نیند کی منزل و آسائش کس کی آغوش بنی]

مختصر یہ کہ حالات لکھتے رہیں اور اوقات کو معمور رکھیں اور گوشہ نشینی کی طرف زیادہ راغب رہیں اور ظاہری علم میں مشغول ہونے سے بھی فارغ نہ رہیں اور اگر کوئی طالب آئے تو اس کے احوال میں مشغول رہیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور تاریک راتوں کو گریہ و استغفار کے ساتھ منور رکھیں اور دوستوں کو دعائے خیر سے یاد رکھیں۔ والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۵۱

میرزا محمد ہادی کے نام اس بیان میں کہ وحدت کے طالب کے لئے کثرت کا ترک کرنا ناگزیر ہے اور سنت کے اتباع اور بدعت سے اجتناب پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ [تو کہہ اللہ پھر ان لوگوں کو چھوڑ دے] میرے مخدوم! وحدت و کثرت ایک دوسرے کی ضد ہیں، وحدت کے طالب کو کثرت کا ترک کرنا ناگزیر ہے (طالب) جس قدر کثرت کے اسباب اپنے ساتھ رکھے گا اسی قدر وحدتِ حقیقی سے دور و مہجور رہے گا، طلب و محبت کی رُو سے بھی اور علم و ارادے کے لحاظ سے بھی وحدانی ہونا چاہئے تاکہ مناسبت پیدا ہو جائے اور وحدت کا آئینہ ہو جائے اور توحیدِ حقیقی تک پہنچ جائے۔ ۸۲

بزرگوں کا مقولہ ہے: اَلتَّوْحِيْدُ اِسْقَاطُ الْاِضَافَاتِ [یعنی توحید نسبتوں کو ساقط کرنا ہے] اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں اور باطن کو جو کہ مولا تعالیٰ کی نظر کا مقام ہے منور کرنے میں کوشش کریں اور باطن کا منور ہونا ذکر و مراقبہ کی ہمیشگی پر موقوف ہے اور وظائفِ بندگی کی بجا آوری اور فرائض، سنن و واجبات

کی ادائیگی اور بدعت ومحرمات ومکروہات سے اجتناب کے ساتھ وابستہ ہے، شریعت وسنت کے اتباع اور بدعت سے اجتناب میں جسقدر کوشش کی جائے (اسی قدر) باطن کا نور بڑھے گا اور بارگاہِ قدس کا راستہ کھل جائے گا، اتباعِ سنت یقینی طور پر نجات دینے والا، ثمر بخشنے والا اور درجات کو بلند کرنے والا ہے، تخلف (اس کے خلاف) کا احتمال نہیں رکھتا، اس کے علاوہ خطرہ ہی خطرہ اور شیطان کا راستہ ہے پس اس سے پوری طرح بچنا چاہئے فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ (پس حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے) دینِ قویم (اسلام) یونس ۳۲
کو جو کہ وحیِ قطعی سے ثابت ہے باطل باتوں اور اوہام وخیالات کی بنا پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ (رسول کا کام (پیغام) پہنچا دینا ہے) والسلام علیکم وعلٰی سائر من اتبع الھدٰی المائدہ ۹۹
والتزم متابعۃ المصطفٰے علیہ وعلٰی آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلٰی۔

مکتوب ۵۲

رفعت بیگ کے نام اپنے آپ سے اعراض کرنے اور اصل کی طرف متوجہ ہونے اور فنا ونیستی کے حصول پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا تاکہ بقائے کامل اس پر مترتب ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) احوال ہر حال میں حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آں برادرِ عزیز (آپ) بھی بعافیت ہوں گے اور ظاہری وباطنی جمعیت سے متصف ہوں گے اور لفظ سے معنی کی طرف آئیں گے اور ظل سے اصل کی طرف مائل ہوں گے اور ظل سے اصل کی طرف شاہراہ ہے اور اصل تک پہنچنے کا مانع ظل کی اپنی طرف توجہ اور اس کی اصل سے روگردانی ہے اور جب سیر وسلوک کے ذریعہ بلکہ محض عنایتِ ازلی سے اپنی طرف توجہ زائل ہونے لگا اور روگردانی کی بجائے اصل کی طرف توجہ پیدا ہو جائے تو سعادت کا مدعا حاصل ہو جاتا ہے اور وہ مضبوط حلقے تھامنے والا ہو جاتا ہے ؎

چوں بدانستی کہ ظلِ کیستی　　　فارغی گر مُردی وگر زیستی

[جب تونے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

ظل کے اصل تک پہنچ جانے اور اس سے ملحق ہو جانے کے بعد سالک کے لئے استہلاک واضمحلال اور فنا ونیستی ہے اور یہ معنی اس کے حق میں کمال ہے کیونکہ اس کے حق میں کمال سلبِ کمال ہی میں ہے اور بھلائی کی نفی کرنے میں بھلائی ہے معرفت اس فنا کے ساتھ وابستہ ہے اور قرب اس نفی کرنے پر موقوف ہے، لہٰذا ۱۳
تَجَلَّی اللّٰہُ بِشَیْءٍ خَضَعَ لَہٗ [جب اللہ تعالٰی کسی چیز پر تجلی فرماتا ہے تو وہ چیز اس (تعالٰی شانہٗ) کیلئے جھک جاتی ہے]

اور اس کے بعد اس بات کے لائق ہو جاتا ہے کہ وہ (تعالیٰ شانہٗ) اپنے پاس سے اس کو حیات عطا فرماتا ہے اور اپنے اخلاق کے ساتھ متصف کر دیتا ہے مَنْ قَتَلْتُهٗ فَاَنَا دِيَتُهٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں تو اس کا خون بہا میں خود ہوں] اور اس کو ناقصوں کی تکمیل کے لئے واپس کر دیا جاتا ہے۔ آیۂ کریمہ اَوَمَنْ كَانَ
۱۲۲ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پس ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے] اس کے حال کی خبر دینے والی ہے۔ اُس وقت نعمت اس کے حق میں پوری ہو جاتی ہے اور خلافت کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ ع

ایں کارِ دولت است کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

آپ نے میاں لشکری کے بیٹے کے انتقال کر جانے کی بابت لکھا تھا اور اس کی جدائی کے باعث طرح
۱۵۸ طرح کا غم والم ظاہر کیا تھا، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ [بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں] تقدیر و ارادۂ الٰہی پر رضامندی کے سوا چارہ نہیں ہے کیونکہ ظاہری (دنیوی) مصائب باطنی طراوت و شادابی کے وسائل اور اخروی ترقیات کا سبب ہیں، حق سبحانہٗ اجرِ عظیم عطا فرمائے اور ترقی کی راہ کھول دے اور نعم البدل عنایت فرمائے، اِنَّهٗ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ [بیشک وہ قریب ہے (دعا) قبول کرنے والا ہے]

مکتوب ۵۳

حضرت والا (عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ تعالیٰ کے خواہر زادہ (بھانجہ) شیخ عبد اللطیف کے نام لا الٰہ الا اللہ کی تشریح میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ کلام مجید کے ساتھ متصف ہونا اس دید کے آثار سے ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و حمد و صلوٰۃ کے بعد فرزندِ سعادت آثار سے عرض ہے کہ جو خط آپ نے بھیجا تھا اس کے مطالعہ نے بہت فرحت بخشی اور مسرور کیا، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں لَئِنْ
۷ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ [اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا] ــــ آپ نے لکھا تھا کہ ایک رات نمازِ تہجد میں قرآن مجید کی تلاوت کے وقت پڑھنے والا (میں) اپنے آپ کو درمیان میں نہیں پاتا تھا اور تلاوت کو اس (اپنی) طرف منسوب نہیں دیکھتا تھا بلکہ (ایسا دیکھتا تھا) گویا اس تعالیٰ شانہٗ کی محض قدرت سے اس کا کلام اس جگہ ظہور فرماتا ہے اور اپنی زبان کو شجرِ موسوی (علیہ السلام) کی مانند پاتا تھا اور لا الٰہ الا اللہ کے قول کو اس حال کے مصداق دیکھتا تھا اور (اب) کبھی تلاوت کے وقت اس (قرآن مجید) کے ساتھ بقا و تحقق پاتا ہے اور یہ شعر اس ذوق کے موافق ہو جاتا ہے ؎

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشت   تا بر لبِ او بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لبوں کو بوسہ دے لوں] ۸۴

اے سعادت اطوار! اول جو کچھ آپ نے لکھا ہے فنا میں عالی درجہ ہے، جب تک سالک کے آثار میں سے کوئی اثر باقی ہے لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ صادق نہیں آتا اور اس کا ذکر اسی کی طرف لوٹتا ہے وہ بات اسی وجہ سے ہوگی جو کسی بزرگ سے منقول ہے کہ (ایک دفعہ) وہ ہلاکت کے گرداب میں پڑا تھا اُس نے منّت مانی کہ اگر میں اس گرداب سے نجات پاؤں تو ہرگز حق تعالیٰ کو یاد نہ کروں اس کا سبب یہی ہوگا کہ اپنی یاد کو اس پستی و کمینگی کے ساتھ اس بارگاہِ مقدس کے لائق کسی طرح نہیں دیکھا اور اپنی طرف عائد پایا اور اس کو گناہ پایا اور گناہِ کبیرہ تصور کیا، اور یہ جو وحدتِ وجود والے حضرات لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے ہیں اس کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اُن کا اللہ (کہنا) تعینِ امکانی پر اطلاق پاتا ہے کہ جس کو انھوں نے عنوانِ حقانی سے جانا ہے کیونکہ یہ لوگ ہمہ اوست کہتے ہیں اور مقیدات کو عینِ مطلق سمجھتے ہیں، اور جس مقام کی بابت ہم گفتگو کر رہے ہیں یہاں تعینِ امکانی کا کوئی اثر نہیں رہتا ہے شَتَّانَ مَا بَیْنَہُمَا [ان دونوں میں بہت فرق ہے] لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی حقیقت اِس مقام میں ہے نہ کہ وہاں کہ (جس میں) ذاکر کا وجود درمیان میں ہے، نہایتِ الامر یہ ہے کہ (اُن کے نزدیک) عنوان کا اختلاف ہے (یہ حضرات) کلمہ نفی و اثبات سے عنوانِ غیریت کی نفی کر کے اپنی الوہیت کا اثبات کرتے ہیں، وہی قصہ ہے، ع

بخواب اندر مگر موشے شتر شد   [شاید کوئی چوہا خواب میں اونٹ بن گیا ہے]

ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں (وہ یہ ہے) کہ عارف کا قدم فنا میں جس قدر راسخ ہوگا فوق اور فوق الفوق کے کمالات میں اسی قدر زیادہ راسخ ہوگا اور البطنِ بطون تک پہنچ جائے گا، اور یہ جو آپ نے دوبارہ کلام مجید کے ساتھ فنا و بقا متحقق ہونے کے بارے میں لکھا ہے یہ پہلی دید کا نتیجہ اور اس فنا کا ثمرہ ہے اچھی طرح غور کر لینا چاہیے جو قرب و منزلت کہ کلام کو متکلم کے ساتھ ہے کسی دوسرے کو نہیں ہے پس عارف کلام کے ذریعے جو قرب حاصل کرے گا وہ بھی اسی قیاس پر ہوگا اور بات میں پنہاں ہو کر البطنِ بطون تک پہنچ جائے گا۔ والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

❊ ❊ ❊ ❊

❊

مکتوب ۵۴

شیخ مظفر برہانپوری کے نام اس بیان میں کہ جب تک سالک کا واسطہ صفات واعتبارات سے ہے علم وتمیز کی گنجائش ہے (اور) جب معاملہ غیب ذات سے پڑتا ہے تو جہل وعدمِ تمیز بڑھ جاتا ہے اور بعض نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

۸۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد وصلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ گرامی نامہ پہنچکر مسرت کا باعث ہوا چونکہ دوستوں کی عافیت وسلامتی پر مشتمل اور ان کی ظاہری وباطنی استقامت کی خبر دینے والا تھا اس لئے مسرت افزا ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اکثر اوقات فرض ونفل نماز میں قسم قسم کے انوار اور طرح طرح کے فیوض اس حد تک ظاہر ہوتے ہیں کہ (یہ عاجز نماز کے ارکان میں سے) جس رکن میں پہنچتا ہے اسی میں محو ہو جاتا ہے اور تمام صفات وحرکات وسکنات کو نماز وغیرِ نماز میں دیکھنے والا (راقم) اپنی طرف منسوب نہیں پاتا اور لفظ انا کسی وقت خیال میں نہیں آتا" میرے مخدوم! یہ تمام احوال سنجیدہ اور کیفیات پسندیدہ ہیں، اللہ تعالیٰ ترقیات کے دروازوں کو ہمیشہ کھلا رکھے، اور یہ جو آپ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ "بعض واردات جو پیش آتی ہیں تقریر وتحریر میں نہیں سماتیں الخ" شاید کہ یہ واردات مرتبۂ مقدسۂ غیب ذات سے پیدا ہوتی ہیں کہ اس مرتبہ سے حصہ جہل وعدمِ تمیز ہے کیونکہ جس جگہ علم وتمیز کی گفتگو ہے وہ صفات و شیون واعتبارات سے پیدا ہوتی ہے اور جب معاملہ غیب الغیب سے پڑتا ہے اور اصول وشیون کی تمیز نہیں رہتی تو جہل وحیرت بڑھ جاتی ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ [جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اس کی زبان گونگی ہو گئی] (یہ مقولہ) اس مقام کے حال کی خبر دیتا ہے — آپ نے مجلس کی رونق، توجہات کی تاثیر طالبین کے فنائے قلب تک پہنچنے اور بعض کے فنائے نفس تک پہنچنے کے بارے میں جو لکھا تھا اُس نے خوش وقت کیا۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما] اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں۔ لَئِنْ
شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ [اگر تم شکر کرو گے تو ضرور میں تم کو اور زیادہ دونگا] اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی تدبیر سے خوفزدہ اور ۱۴/۷
ڈرتے اور کانپتے رہیں، اس امرِ عظیم (پیری) کے ضرر کے گمان سے استغفار کو لازم پکڑیں، توجہات کو طالبین سے دریغ نہ رکھیں اور ان کی ترقیات کے طالب رہیں اور تمام اوقات کو گوشۂ نامرادی میں بسر کریں اور تقصیرات کے یاد کرنے اور نعمتوں اور واردات میں تفکر کرنے سے فارغ نہ رہیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور مولائے حقیقی جَلَّتْ عَظَمَتُہٗ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں پوری پوری کوشش کریں اور (ہم)

دور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد کریں اور سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کریں۔ اور آپ نے خواجہ امان اللہ و خواجہ محمد مومن کے بارے میں جو یہ لکھا ہے کہ وہ عمدہ احوال و کیفیات رکھتے ہیں اور دو فناؤں (فنائے قلب و نفس) سے مشرف ہو کر حیرت کے مقام میں پہنچ گئے ہیں یہ واضح ہوا اور اس سے مسرور ہوا، آپ نے ان دونوں کے لئے طالبین کی تعداد کے تعین کی استدعا کی تھی، یہ امر آپ کی رائے کے حوالے ہے استخارہ کے بعد جو تعداد آپ متعین کریں اور حسب وقت بھی آپ اس پر اضافہ کریں یا مطلق اجازت دیں امید ہے کہ مبارک ہوگا، لیکن جب کبھی کسی شخص کو اجازت دیں تو چاہئے کہ اتباع شریعت والتزام سنّت اور مشائخ کی محبت پر استقامت کے ساتھ مشروط کر دیں۔ ۸۶ مـ٦

والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الھدی والتزم متابعۃ المصطفٰی علیہ و علٰی آلہ الصلوات والبرکات والتسلیمات العلی۔

مکتوب ۵۵

مشیخت پناہ شیخ درویش محمد برکی جالندھری کے نام کفار کے ساتھ محبت و دوستی کے احکام اور تقیہ کے احکام اور اللہ تعالیٰ کے لئے محبت و دشمنی کرنے کی فضیلت اور اس جماعت کے اعتقادات کے رد میں تحریر فرمایا جو کہتے ہیں کہ فقیری کسی شخص کے ساتھ بُرا نہ ہونا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ العلی الاعلٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی خصوصاً علٰی سید الورٰی صاحب قاب قوسین او ادنٰی وعلٰی آلہ نجوم الھدٰی وصحبہ البررۃ التقی امابعد اس مسکین کی طرف سے سلام و دعا مطالعہ فرمائیں، گرامی نامہ نے مشرف کیا، آپ نے آیۂ کریمہ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً [مسلمانوں کو چاہئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو شخص ایسا کرے گا تو اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں مگر ایسی صورت میں کہ تم کو ان سے کسی قسم کا اندیشہ ہو] ع ۲۸/۳ کے بارے میں دریافت کیا تھا اور کفار کے ساتھ موالات (دوستی) و عدم موالات اور تقیہ و عدم تقیہ کے بارے میں وضاحت طلب کی تھی۔ میرے مخدوم! صاحب تفسیر کبیر نے اس بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے اس کو بعینہٖ لکھا جاتا ہے، انھوں نے اس (تفسیر کبیر) میں کہا ہے کہ یہ آیت کا نزول کے ساتھ معاملات کی حرمت میں نازل ہوئی ہے، آپ جان لیں کہ بیشک دوسری بہت سی آیات بھی اس معنی میں نازل ہوئی ہیں ان میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ ع ۳/۱۱۸

[انہوں کے سوا کسی کو رازدار نہ بناؤ] اور اللہ سبحانہٗ کا یہ قول ہے: لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ
الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ [جو لوگ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں مجادلہ ۲۲
آپ ان کو نہیں پائیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں]
اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ [یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ] مائدہ ۵۱
اور اللہ عزوجل کا یہ قول یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ [اے ایمان والو ممتحنہ ۱
تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ] اور ہر کہنے والے سے زیادہ عزت والے اللہ تعالیٰ
نے کہا ہے وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ [اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں توبہ ۷۱
آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں] اور آپ جان لیں کہ مومن کا کافر سے دوستی کرنا تین قسم کا احتمال رکھتا
ہے، ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ اس کے کفر سے راضی ہوجائے اور اس وجہ سے اس کے ساتھ دوستی
رکھے اور اس سے (مومن کو) منع کیا گیا ہے، اس لئے کہ جس شخص نے ایسا کیا تو وہ اس دین میں اس کو
درست ماننے والا ہوگا اور کفر کو درست ماننا کفر ہے اور کفر سے راضی ہونا کفر ہے پس محال ہے کہ
اس صفت کے باوجود وہ شخص مومن باقی رہے۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ دنیا میں باعتبارِ ظاہر
(ان کے ساتھ) اچھی معاشرت رکھنا اور اس سے اُس (مومن) کو منع نہیں کیا گیا۔ اور تیسری قسم پہلی
دونوں قسموں کے درمیانی قسم کی مانند ہے وہ یہ کہ اس اعتقاد کے باوجود کہ کفار کا دین باطل ہے ان کے
ساتھ دوستی کرنا اُن کی قرابت کے باعث یا محبت کے سبب سے ان کی طرف میلان و معاونت اور
مدد و نصرت کے معنی میں ہو تو اس سے کفر لازم نہیں آتا مگر بلاشبہ اس (مومن) کو اس سے منع کیا
گیا ہے کیونکہ اس معنی سے ان کے ساتھ دوستی اس (مومن) کو اس کے طریقے کو اچھا سمجھنے اور اس کے
دین کو پسند کرنے کی طرف لے جائیگی اور یہ بات اس کو اسلام سے خارج کردے گی پس اس لئے
اللہ تعالیٰ نے اس (مومن) کو اس بارے میں تنبیہ فرمائی ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَنْ یَّفْعَلْ
ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ [اور جو شخص ایسا کرے گا تو اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں]۔ آل عمران ۲۸
پس اگر یہ کہا جائے کہ "یہ کیوں جائز نہیں ہے کہ کافروں کو دوست بنانے کی ممانعت والی آیت سے
یہ معنی مراد ہوں کہ وہ مومنوں کو چھوڑ کر اُن سے دوستی کرتے ہوں، لیکن اگر وہ اُن سے دوستی کرتے
ہوں اور ساتھ ہی مومنین سے بھی دوستی کرتے ہوں تو اس سے اُن (مومنین) کو منع نہیں کیا گیا ہے اور
نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ [مسلمانوں کو چاہئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر
کافروں کو دوست نہ بنائیں] اس آیت میں فضیلت کی زیادتی کا بیان ہے اس لئے کہ بلاشبہ آدمی کبھی کسی

دوسرے شخص سے دوستی تو کرتا ہے لیکن اس سے بھائی چارہ نہیں کرتا پس اُس (کافر) کے ساتھ بھائی چارہ کی ممانعت سے اس کے ساتھ سرے سے دوستی کی ممانعت لازم نہیں آتی"۔ ہم (اس کے جواب میں) کہتے ہیں کہ یہ دونوں احتمالات اگرچہ اس آیت میں پیدا ہوتے ہیں لیکن دوسری تمام آیات جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اُن (کفار) سے موالات جائز نہیں ہے وہ ان دونوں احتمالات کے ساقط ہونے پر (بھی) دلالت کرتی ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے دو آدمیوں کو پکڑا اور ان میں سے ایک سے کہا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اُس نے کہا ہاں ہاں ہاں۔ پھر اُس نے کہا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں، اُس نے کہا ہاں۔ اور مسیلمہ یہ گمان کرتا تھا کہ بلاشبہ وہ بنی حنیفہ کا ۵۵
رسول ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قریش کے رسول ہیں، پس اس (مسیلمہ) نے اس شخص کو چھوڑ دیا اور دوسرے کو بلایا اور اس سے کہا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اس نے کہا ہاں، اس (مسیلمہ) نے کہا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں پس اُس نے کہا تحقیق میں بہرہ ہوں، یہ تین دفعہ کہا۔ پس اس (مسیلمہ) نے اس کو آگے بڑھایا اور اس کو قتل کر دیا۔ پھر یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا البتہ یہ مقتول اپنے یقین اور سچائی پر گزرا پس اس کے لئے مبارک باد ہے اور البتہ اس دوسرے شخص نے اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول کیا پس اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ اور آپ جان لیں کہ بیشک اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:
إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ [مگر جس شخص پر زبردستی کی جائے بشرطیکہ اس کا قلب ایمان پر پ۱۴ ۱۰۶
مطمئن ہو]۔ آپ جان لیں کہ تحقیق تقیہ کے لئے بہت سے احکام ہیں اور ہم اُن میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں:۔ پہلا حکم یہ ہے کہ بیشک تقیہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ کوئی شخص قوم کفار میں (رہتا) ہو اور ان سے اپنی جان و مال کا خوف رکھتا ہو تو وہ زبان سے اُن کی خوشامد کرے اور یہ اس لئے کرے تاکہ زبان سے دشمنی ظاہر نہ ہو بلکہ اس کیلئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ ایسے کلام کا اظہار کرے جس سے محبت و دوستی کا وہم ظاہر ہوتا ہو اور لیکن اس شرط کے ساتھ کہ دل میں اس کے خلاف رکھے اور جو کچھ کہے کنایہ میں کہے کیونکہ بلاشبہ تقیہ کا اثر ظاہر میں ہوتا ہے دلوں کے احوال میں نہیں ہوتا۔ تقیہ کا دوسرا حکم یہ ہے کہ جس صورت میں تقیہ نہ جائز ہو اس صورت میں ایمان و حق کو ظاہر کرے تو یہ افضل ہے اور اس کی دلیل وہی ہے جو مسیلمہ (کذاب) کا قصہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ تقیہ کا تیسرا حکم یہ ہے کہ بیشک یہ ان امور میں جائز ہے جو دوستی و دشمنی سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ اُن امور میں بھی جائز ہے جو

جو اظہارِ دین سے تعلق رکھتے ہیں، البتہ جس چیز کا ضرر غیر کی طرف راجع ہوتا ہے مثلاً قتل و زنا اور اموال کا غصب کرنا اور جھوٹی گواہی دینا اور پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا، اور کفار کو مسلمانوں کے راز بتانا تو یہ یقیناً ناجائز ہے۔ چوتھا حکم یہ ہے کہ ظاہر آیت اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تقیہ غلبہ پانے والے کفار کے ساتھ (جائز) ہے لیکن امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ جب مسلمانوں کے درمیان ایسی حالت ہو جائے جو مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان کی حالت سے مشابہ ہو تو جان کی حفاظت کے لئے تقیہ کرنا جائز ہے۔ پانچواں حکم یہ ہے کہ تقیہ جان کی حفاظت کیلئے جائز ہے اور کیا یہ مال کی حفاظت کے لئے بھی جائز ہے؟ تو اس میں یہ احتمال ہے کہ اس کے جائز ہونے کا حکم لگایا جائے اس لئے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے کہ مسلمان کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی مانند ہے اور اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے کہ جو شخص اپنے مال کے باعث قتل کر دیا گیا تو وہ شہید ہے اور اس لئے کہ مال کی طرف حاجت شدید ہوتی ہے اور پانی جب بہت مہنگا بیچا جائے تو مال کے اس قدر (بیجا) خرچ سے بچانے کے لئے وضو ساقط ہو جاتا ہے اور تیمم پر اکتفا کرنا جائز ہو جاتا ہے تو یہاں کیوں جائز نہیں ہوگا۔ چھٹا حکم یہ ہے، مجاہدؒ نے کہا کہ مسلمانوں کی کمزوری کی وجہ سے یہ حکم شروع اسلام میں ثابت تھا لیکن سلطنتِ اسلام کے قوی ہو جانے کے بعد (عدم حاجت کے باعث) یہ حکم ثابت نہیں رہا اور (مجاہدؒ کے قول کے بالمقابل حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ تحقیق انھوں نے کہا کہ تقیہ مومنین کے لئے قیامت تک جائز ہے اور یہ قول اولیٰ ہے کیونکہ اپنی جان سے بقدر امکان ضرر کو دور کرنا واجب ہے۔ (انتہیٰ)" م ۸۹

اے شفقت آثار! اکثر صوفیہ خام اور اس دور کے ملحدین کفار کے ساتھ دوستی کرنے سے مضائقہ نہیں رکھتے اور کہتے ہیں کہ فقیری کا طریقہ کسی شخص کے ساتھ برا نہ ہونا ہے، سبحان اللہ! سرورِ انبیاء سردارِ فقراء و اولیاء علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کو جنھوں نے اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ (فقر میرا فخر ہے) فرمایا یہ حکم ہوتا ہے۔ یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ (اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو) اور اُن (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پسندیدہ طریقہ بھی کفار کے ساتھ سختی اور قتال کا رہا ہے، عجیب فقراء ہیں کہ جنھوں نے پیغمبرِ خدا اور اپنے پیشوا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طریقہ چھوڑ کر دوسروں کا طریقہ اختیار کیا ہے اور اُن (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پسندیدہ طریقے کے خلاف قبول کیا ہے (اس سے) ضلالت اور گمراہی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوگا، فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ (پس حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے) کفار بیشک اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں کیونکہ (یہ) نصوص قطعیہ پ۲۸ ع۹ پ۱۱ ع۳۲

ثابت ہے، عجب دعویٰ دوستی ہے کہ اس (تعالیٰ شانہٗ) کے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں اور اُن سے بیزاری نہیں کرتے، اگر کفار و فاسقین، اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض اور اس کے دشمن نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کے لئے دشمنی رکھنا واجباتِ دین میں سے نہ ہوتا اور اعمالِ مقربین میں سب سے افضل اور ایمان کی تکمیل کرنے والا عمل نہ ہوتا اور ولایت حق سبحانہٗ کی رضا و قرب کے حصول کا سبب نہ ہوتا۔ حضرت عمرو بن جموح رضی سے روایت ہے کہ تحقیق انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا، بندہ صریح ایمان کا حق ادا نہیں کرتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی کرے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دشمنی کرے پس جب اُس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے محبت کی اور اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے لئے دشمنی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دوستی کا حق ادا کر دیا، اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی اور اللہ تعالیٰ کے لئے دشمنی کی اور اللہ تعالیٰ کے لئے دیا اور اللہ تعالیٰ کے لئے روکا تو اس نے اپنا دین مکمل کر لیا، اس کو ابو داؤد (رضی اللہ عنہ) نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے: اہلِ معاصی کے ساتھ دشمنی کے ذریعہ اللہ سبحانہٗ کا قرب حاصل کرو اور اُن سے ترشروئی ۹۰
کے ساتھ ملو اور ان کو ناراض کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی طلب کرو، اور اُن سے دوری اختیار کر کے اللہ عزوجل کا قُرب حاصل کرو، اس کو ابن شاہین دیلمی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ میں سے ایک نبی کی طرف وحی کی کہ فلاں عابد سے کہہ دیجئے کہ البتہ تیرا دنیا سے زہد اختیار کرنا تیرا اپنے نفس کی راحت کے لئے جلدی کرنا ہے اور البتہ تیرا دنیا سے قطع تعلق کر کے میری طرف آنا تو یہ میرے ذریعے تیرا عزت حاصل کرنا ہے تو پھر کونسا عمل کیا جو میرے لئے تیرے اوپر واجب تھا؟ اس نے کہا اے میرے رب! میرے ذمہ وہ کیا حق تھا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تو نے میرے کسی دشمن سے دشمنی کی اور میرے کسی دوست سے دوستی کی، حل حنا عن ابن مسعود۔ اور حق یہ ہے کہ محبوب کے دوستوں سے محبت اور اس کے دشمنوں سے دشمنی محبت کے لوازم میں سے ہے محبِ صادق ان دو اعمال میں کسب و عمل کا محتاج نہیں ہے جبکہ دوسرے اعمال میں محتاج ہے، دوستانِ دوست کسقدر زیادہ اچھے نظر آتے ہیں اور اس کے دشمن کسقدر زیادہ بُرے نظر آتے ہیں، یہ معنی مجاز (عشقِ مجازی) میں ظاہر ہیں، یہ شخص جس کسی سے دوستی کا دعویٰ کرتا ہے جب تک اُس (دوست) کے دشمنوں سے بیزاری نہ کرے وہ شخص (اس دوست کا) مقبول نہیں ہے بلکہ (لوگ) اس کو منافق جانتے ہیں۔
شیخ الاسلام[1] نے کہا کہ میں ابو الحسن سمعون کے ساتھ اچھا نہیں ہوں کیونکہ وہ میرے استاد خضری کو رنج

[1] یعنی خواجہ ابو اسمٰعیل عبد اللہ ابن ابی منصور محمد انصاری قدس سرہٗ جو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔

پہنچاتا تھا اور جو شخص کہ تیرے پیر کو رنج پہنچائے اور تو اس سے رنجیدہ نہ ہو تو کتا تجھ سے بہتر ہے ۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا
بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ
اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ (تمہارے لئے ابراہیم (علیہ السلام) میں اور ان لوگوں میں جو کہ ان کے ساتھ پ ۲۸ ع ۷
تھے ایک عمدہ نمونہ ہے جبکہ اُن سب نے اپنی قوم سے کہدیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا معبود
سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا
جبتک کہ تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ) اس کے بعد فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ
كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ (بیشک ان لوگوں میں تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہے اس شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے پ ۲۸ ع ۷
دن کا اعتقاد رکھتا ہو) یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ طالب حق جل وعلا کے لئے یہ بیزاری لازمی و ضروری ہے
جیسا کہ انھوں نے عمل کیا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے : وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ (اور جو شخص پ ۳ ع ۱۰
ایسا کرے گا تو اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں) یعنی جو شخص کہ کافروں کے ساتھ موالات و دوستی کرتا ہے
وہ شخص حق تعالیٰ کی دوستی و ولایت سے کچھ بھی حصہ نہیں رکھتا یعنی وہ حق تعالیٰ کی دوستی سے کلی طور پر
خارج ہے اس لئے کہ دو متضاد یعنی دو دشمنوں کی دوستی جمع نہیں ہوتی جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے
ایک شاعر کہتا ہے ؎

تَوَدُّ عَدُوِّيْ ثُمَّ تَزْعَمُ اَنَّنِيْ صَدِيْقُكَ لَيْسَ النَّوْكُ عَنْكَ بِعَازِبٖ
صا ۹۱ فَلَيْسَ اَخِيْ مَنْ وَّدَّنِيْ رَأْيَ عَيْنِهٖ وَلٰكِنْ اَخِيْ مَنْ وَّدَّنِيْ فِي الْمَغَائِبِ

(تو میرے دشمن سے محبت کرتا ہے پھر (یہ بھی) گمان کرتا ہے کہ میں بلاشبہ تیرا دوست ہوں (لہذا)
حماقت تجھ سے دور نہیں ہے (یعنی تو احمق ہے) پس جو شخص سامنے دیکھ کر مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرا
بھائی نہیں ہے اور لیکن میرا بھائی وہ ہے جو مجھ سے پس پشت محبت کرتا ہے)

پس حق تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرے اور اس کے دشمنوں سے بیزاری نہ کرے وہ دعویٰ میں جھوٹا ہے اور
بعض مفسرین نے کہا ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے دین میں سے کسی چیز پر نہیں ہے یعنی دین سے کچھ نہیں
رکھتا اور جو شخص کہ دین سے بے بہرہ ہے وہ قرب و معرفت سے کیا حصہ رکھے گا ۔ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ پ ۳ ع ۱۰
(اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے) یعنی حق سبحانہ تم کو کفار کے ساتھ موالات کے باعث اس عذاب سے
ڈراتا ہے جو کہ حق تعالیٰ کی ذات سے صادر ہوتا ہے ۔ انھوں (مفسرین) نے کہا ہے کہ یہ ایک بہت بڑی دھمکی
ہے (جو) منہی عنہ کے نہایت برا ہونے پر دلالت کرتی ہے ۔ تفسیر کبیر میں روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ یہاں اہلِ حیرہ میں سے ایک آدمی یعنی ایک نصرانی ہے جس سے زیادہ قوی حافظہ والا اور جس سے عمدہ خط والا کوئی نہیں سمجھا جاتا پس اگر آپ چاہیں تو اس کو (اپنا) کاتب بنالیں پس حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اس سے انکار کردیا اور کہا اس صورت میں تو میں غیر مؤمن کو دوست بنانے والا ہو جاؤں گا۔ پس حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے نصرانی کو دوست بنانے کے انکار پر اس آیت کو دلیل بنایا (انتہیٰ)۔ اور حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے عمر بن الخطابؓ سے کہا کہ میرا ایک کاتب نصرانی ہے تو انھوں نے فرمایا تجھے کیا ہوگیا اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے کیا تو نے کسی مسلمان کو (کاتب) نہیں بنایا، کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سُنا
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ [اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ] میں نے کہا اُس کا دین اس کے لئے ہے اور اس کی کتابت میرے لئے ہے۔ تو انھوں (حضرت عمرؓ) نے کہا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اہانت کی ہے تو میں اُن کا اکرام نہیں کروں گا اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلت دی ہے تو میں ان کو عزت نہیں دونگا اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو دُور کر دیا ہے تو میں ان کو قریب نہیں کروں گا۔ میں نے کہا کہ دانائی کا کام اس کے بغیر پورا نہیں ہوتا، تو انھوں (حضرت عمرؓ) نے کہا کہ اگر نصرانی مرجائے تو اس کے بعد تو کیا کرے گا پس جو عمل تو اُس کے مرنے کے بعد کرے گا وہی عمل اَب بھی کر اور اس سے اس کے غیر کے ساتھ مستغنی ہوجا" ——— ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکتوبات قدسی آیات میں لکھتے ہیں کہ "حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ تمام بزرگی جو پائی اور شجرۂ انبیاء (علیہم السلام) ہوگئے تو یہ اس تعالیٰ شانہٗ کے دشمنوں سے بیزاری کے باعث تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ [تحقیق تمہارے لئے ابراہیم (علیہ السلام) میں عمدہ نمونہ ہے] فقیر کی نظر میں حق جل وعلا کی خوشنودی کے حصول کے لئے اس بیزاری کے برابر کوئی عمل نہیں ہے، فقیر ایسا پاتا ہے کہ ذاتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو کفر و کافری کے ساتھ ذاتی عداوت ہے اور آفاقی معبود مثلاً لات و عُزّیٰ اور ان کی عبادت کرنے والے لوگ بالذات حق جل سلطانہٗ کے دشمن ہیں اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا اس بُرے عمل کا بدلہ ہے اور خواہش و نفس کے معبود اور تمام بُرے اعمال یہ نسبت نہیں رکھتے کیونکہ اُن کے مقابلہ میں ان سے دشمنی اور غصہ بالذات نہیں ہے اگر غصہ ہے تو صفات سے نسبت رکھتا ہے اور اگر عذاب و سزا ہے تو افعال کی طرف راجع ہے اس لئے ہمیشہ دوزخ میں رہنا ان بُرے اعمال کی سزا نہیں ہوتی بلکہ ان کی مغفرت کو اپنی مشیت سے وابستہ رکھا ہے اور یہ اس خط کا آخر ہے۔ م ۹۲
الحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ دائماً و سرمداً و علیٰ آلہ الکرام و صحبہ العظام الیٰ یوم القیام۔

پ ۶ ع ۱۲

پ ۲۸ ع ۷

مکتوب ۵۶

مرزا ابو المعالی کے نام اُن کے خط کے جواب میں کہ (جس میں) انھوں نے شوق و صحبت کی طلب کا اظہار کیا تھا اور شیخ عبد الخالق کے بعض احوال کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ احباب میں سے ہیں اور اس مکتوب کو ایک جلیل القدر حدیث کے ساتھ ختم فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ و تقدس سعتِ سینہ کو ماسوا کے نقوش سے صاف اور خواہش کی میل سے پاک کر کے جمالِ لایزال جو کہ وہم و خیال کے احاطہ سے باہر ہے کی شعاعوں کے ظہور سے مزین فرمائے۔ آپ کے مکتوبِ گرامی نے جو کہ اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا مشرف کیا، چونکہ آپ کی ذاتِ بابرکات کی سلامتی کی خبر دینے والا تھا اس لئے مسرت افزا ہوا۔ آپ نے برادرِ دینی شیخ عبد الخالق کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا چونکہ استخارہ موافق نہیں آتا (اس لئے) اس پر موقوف رہے کہ ملاقات کی صورت میں جو کچھ مقدر ہے اور طرفین کا حصہ ہے ظہور پذیر ہو جائے گا۔ میرے مکرم! شیخ عبد الخالق نے کچھ عرصہ صحبت میں گذارا ہے اور اس راستے کے ضروری فیوض اخذ کئے ہیں اور وہ تلوین سے تمکین کے ساتھ جا ملے ہیں اور فنا سے جو کہ اس راستے کا رکنِ اعظم ہے آگاہی پائی ہے، اُن کو حال سے خالی کس طرح کہہ سکتے ہیں مگر اس اعتبار سے کہ وہ حال سے گذر کر حال کو بدلنے والے کے ساتھ جا ملے ہیں کیونکہ حال تلوین کی خبر دیتا ہے اور صاحبِ تمکین نے حال کو پیچھے چھوڑ دیا ہے البتہ کیفیات و واردات ایسے امور ہیں جو کہ باطن سے تعلق رکھتے ہیں اور تائیدِ ربانی اور اخلاقِ الٰہی جل شانہٗ سے متصف ہوئے بغیر اُن پر مطلع ہونا دشوار ہے، اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ [میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں اُن کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا] بہت سے اولیاء اللہ (ایسے) ہیں جو کہ اپنی ولایت پر بھی اطلاع نہیں رکھتے اور اُن کا ظاہر اُن کے باطن سے بے خبر ہے دوسرے لوگوں کے لئے مشکل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مطلع کئے بغیر ان کی ولایت کا پتہ لگائیں۔ ع

کس چہ داند کہ دریں گرد سوارے باشد [کوئی شخص کیا جانے کہ اس گرد میں کوئی سوار ہے]

مشارٌ الیہ (شیخ عبد الخالق) کو محروم و بے بہرہ مان لینے کی صورت میں اس امرِ عظیم میں اُس کو ملحوظ نہیں رکھنا

چاہیے اور بھیجے ہوئے شخص کو بھیجنے والے کے آئینے میں دیکھنا چاہیے۔ ع ۹۳

ایشاں نیند ایں ہمہ الحان زمطرب ہست [وہ نہیں ہیں یہ تمام خوش آوازی مطرب کی ہے]

اس کے باوجود چونکہ آپ کے قلب کی توجہ اس عزیز (عبدالخالق) کی طرف نہیں ہے (اس لئے) توقف کریں اور منتظر رہیں تاکہ دیکھیں کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ ؎

سعادتہاست اندر پردۂ غیب　　نگہ کن تا کرا ریزند در جیب

[پردۂ غیب کے اندر بہت سی سعادتیں ہیں دیکھئے کس کی جیب میں ڈالتے ہیں]

یہ حقیر دعا و توجہ اور خیر خواہی کے جملہ لوازم میں کوتاہی کو پسند نہیں کرتا اور دل و جان سے آپ کا کمال چاہتا ہے، اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب (اور) قبول کرنے والا ہے]۔

ہم اس مکتوب کو اچھے خاتمہ کے ساتھ ختم کرتے ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہٖ وسلم نے صبح کی نماز میں ہمارے پاس آنے سے تاخیر کی (یعنی روزمرہ کے وقت پر تشریف نہ لائے) حتی کہ قریب تھا کہ ہم آفتاب کے قرص کو دیکھ لیں پھر آپ جلدی سے نکل کر تشریف لائے پس نماز کے لئے تکبیر (اقامت) کہی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور نماز میں تخفیف کی پھر جب سلام پھیرا تو اپنی بلند آواز کے ساتھ ہمیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی صفوں میں اسی طرح بیٹھے رہو جیسا کہ بیٹھے ہو، پھر ہماری طرف مڑے اور فرمایا اے لوگو! آگاہ رہو بیشک ابھی میں تم کو اس چیز کی خبر دونگا جس نے مجھ کو آج کی صبح تم سے روکا (وہ یہ ہے کہ) میں رات کو (نمازِ تہجد کے لئے) اٹھا پس میں نے وضو کیا اور جسقدر نماز میرے لئے مقدر تھی پڑھی، پھر مجھے اپنی نماز میں اونگھ آگئی یہانتک کہ میں بھاری ہوگیا (یعنی مجھ پر نیند غالب آگئی اور میرا بدن وزنی ہوگیا) پس ناگہاں میں نے اپنے پروردگار تبارک و تعالیٰ کو اچھی صورت (صفت) میں دیکھا پس اُس (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے محمدؐ! پس میں نے عرض کیا اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ پروردگار نے فرمایا کہ فرشتوں کی جماعت کس چیز کے بارے میں گفتگو کرتی ہے؟ میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے تین بار یہی فرمایا (اور میں نے ہر بار یہی جواب دیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا پس میں نے اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنی چھاتی کے درمیان پائی، پس میرے لئے ہر چیز ظاہر و روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔ پھر فرمایا اے محمدؐ! میں نے عرض کیا اے میرے رب! میں حاضر ہوں، فرمایا فرشتوں کی جماعت کس چیز کے بارے میں گفتگو کرتی ہے میں نے عرض کیا کفارات میں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا (نماز کی) جماعتوں کی طرف چل کر آنا اور نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا اور ناخوشگواریوں کے وقت (بھی) وضو کو

پورا کرنا، فرمایا پھر کس چیز میں گفتگو کرتے ہیں؟ میں نے کہا درجات کے بارے میں، فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کھانا کھلانا اور نرم کلامی کرنا اور رات کے کسی حصے میں نماز پڑھنا جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا (جو کچھ چاہے) مانگ، میں نے یہ دعا کی: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ وَاَنْ تَغْفِرَ لِیْ وَتَرْحَمَنِیْ وَاِذَا اَرَدْتَ فِتْنَۃً فِیْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِیْ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ وَاَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ [اے اللہ! بیشک میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں کے ترک کرنے اور مسکینوں سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم میں فتنہ (آزمائش) کا ارادہ فرمائے پس تو مجھ کو فتنہ میں مبتلا کئے بغیر وفات دے اور میں تجھ سے تیری محبت اور اس شخص کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت کے نزدیک کر دے] پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ یہ حق ہے پس اس کو یاد رکھو پھر اس کو لوگوں کو سکھاؤ۔ اس کو احمد و ترمذی نے روایت کیا اور (ترمذی نے کہا) کہ یہ حدیث صحیح ہے، اور میں نے محمد بن اسماعیل (بخاری قدس سرہ) سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

مکتوب ۵۷

حاجی حبیب اللہ حصاری کے نام ان کے احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے دیکھے اور لکھے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ میرے دینی بھائی حاجی حبیب اللہ وفقہ اللہ تعالیٰ لمرضاتہ [اللہ تعالیٰ اس کو اپنی خوشنودیوں کی توفیق دے] نے لکھا تھا کہ میں ایک روز صبح کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ گویا مجھ کو اپنے آپ سے بیخود کر دیا گیا اور میرا کوئی اثر نہ رہا اس کے بعد میں نے ایک نور اپنے اندر دیکھا کہ وہ نور آسمان تک بلند ہو گیا اور وہاں سے تمام عالم کو احاطہ کر لیا۔ (جواب) میرے مخدوم! آپ کو اپنے آپ سے بے خود کر دینا اور آپ کا کوئی اثر نہ رہنا فنائے کامل کی طرف اشارہ ہے اور اپنے اندر نور کو مشاہدہ کرنا بقا کے آثار سے ہے اور آیۂ کریمہ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے ہم نے نور بنا دیا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے] اس پر شاہد ہے ۶/۱۲۲
اور یہ کہ وہ نور آسمان تک بلند ہو گیا ہے اور اس نے تمام عالم کو احاطہ کر لیا ہے یہ آپ کی استعداد کی

جامعیت کی طرف اور اس اسم کی جامعیت کی طرف اشارہ ہے جو کہ آپ کا مُربّی (تربیت کرنے والا) مبداً تعین ہے اور وہ تمام مبادیٔ تعینات کو احاطہ کئے ہوئے ہے، اور وہ حال کہ جس میں آپ نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے اور جو پیالہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پُر کر کے آپ کو دیا ہے اور آپ نے اس پیالے کو پورا پی لیا ہے اور اس کی لذت آپ پر غالب آگئی ہے، اس کے بعد فرمایا کہ تجھ کو اصل سے حصہ (ملا) ہے مبارک ہو اور ہو سکتا ہے کہ وہ پیالہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبتِ خاص ہو کہ جس کا ایک گھونٹ آپ کے حلق میں پہنچا ہو اور اصل سے حصہ پانے کی بشارت اس کی تائید کرتی ہے کیونکہ تمام اصول کی اصل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب (مربّی) ہے اور اس بات پر قرینہ کہ وہ بزرگ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں ان کا سبز نور میں مستغرق ہونا اور اس مقام کا سبز ہونا اور حوض کا سبز ہونا ہے کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت، ولایتِ اخفیٰ ہے اور اخفیٰ کا نور سبز ہے، اور دوسرا حال کہ جس میں آپ نے آسمان کے اوپر چند تخت دیکھے ہیں اور خود کو اس تخت پر پایا ہے جو تمام تختوں سے اوپر ہے (یہ بھی) نسبتِ خاص عطا ہونے کی تائید کرتا ہے، دوسرا حال بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے جو آپ نے دیکھا ہے کہ "ایک بہت بڑا دائرہ نظر آیا ہے جس نے تمام عالم کو احاطہ کیا ہوا ہے، اور چند دوسرے دائرے جو اس دائرے کے نیچے ہیں ظاہر ہوتے ہیں اور میں اپنے آپ کو بڑے دائرے کا مرکز پاتا تھا اس وقت میں معلوم ہوتا ہے کہ نیچے والے دائرے اور ان کے مرکز اس دائرے کے مرکز سے پیدا ہوئے ہیں کہ جس دائرے کا مرکز میں اپنے آپ کو پاتا ہوں۔" آپ جان لیں کہ ہو سکتا ہے ص ۹۵
بڑے دائرے کا مرکز حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے کنایہ ہو اس دلیل سے کہ یہ حقیقت ہر وقت اُس (بڑے دائرہ) کا مرکز ہے اور اس کو تمام حقائق پر فوقیت ہے اور تمام حقائق و مبادیٔ تعینات اس حقیقت سے پیدا ہوتے ہیں اور چونکہ آپ نے خود کو اس دائرہ کا مرکز پایا ہے (اس لئے) تائید کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے، مختصر یہ کہ یہ حال اور اسی طرح کے دوسرے احوال بہت روشن اور بلند ہیں۔ اور وہ جو آپ نے پہلے اپنے نور کو تمام عالم کا احاطہ کئے ہوئے دیکھا ہے یہ بھی اسی معنی کی تائید کرتا ہے کیونکہ جامعیت و احاطہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے رب کے مناسب ہے (البتہ) اتنی بات ہے کہ اکثر احوال و خواب مبشرات ہیں اور استعداد کی خبر دینے والے ہیں اور ان میں سے بعض قریب بفعل ہونے کی قوت کی خبر دینے والے ہیں اور ان میں بعض حصول پر دلالت کرتے ہیں مطلق طور پر حصول کی دلیل نہیں ہیں بہرحال امیدوار رہیں۔

می توانی کہ دہی اشکِ مرا حسنِ قبول ۔۔۔ اے کہ دُر ساختہ قطرۂ بارانی را

[اے وہ ذات (اللہ تعالیٰ) کہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنایا ہے تو میرے آنسوؤں کو بھی شرفِ قبولیت بخش سکتا ہے] والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۵۸

مُلا قاسم رودیڑی کے نام اس بیان میں کہ فنا و بقا ظلیت و اصالت کے تعلق سے ہے جب معاملہ غیب پڑتا ہے اور یہ تعلق نہیں رہتا تو فنا و بقا کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے اور اس بیان میں کہ وجہ کو وجہ کی طرف راستہ ہے نہ کہ ذاتِ تعالیٰ کی طرف اور نماز سے متعلق بعض کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ! آپ کا مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا چونکہ پسندیدہ احوال و بلند کیفیات پر مشتمل تھا مسرت افزا ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ اکثر اپنا کوئی نام و نشان محسوس نہیں کرتا وجود اور اس کے توابع کو محض عاریتی جانتا ہے اور یہ دید بدیہی اَوّلی ہو گئی ہے اور اپنی بقا کو کبھی اس سبحانہٗ تعالیٰ کی ذات سے سمجھتا ہے اور اکثر اوقات (اس سبحانہٗ تعالیٰ کی) صفات سے (جانتا ہے) لیکن اس وقت میں بھی ذات کا ایک پرتو ملحوظ ہوتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ فنا و بقا کے درجۂ کمال تک پہنچ گئے ہیں اور عین کا زوال حاصل ہو گیا ہے۔ ۹۶

اور یہ جو آپ نے عاریت کی دید کی بابت لکھا ہے کہ "البتہ عاریت و امانت اس کے اہل کی طرف لوٹ گئی ہے اور ظل اصل کے ساتھ جا ملا ہے اور عدم بھی جو کہ آئینہ تھا عدمِ مطلق کے ساتھ ملحق ہو گیا ہے یہاں تک کہ معاملہ عین و اثر کے زائل ہونے تک جا پہنچا ہے۔" اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "بقا کبھی ذات کے ساتھ سمجھتا ہے" ذات البتہ اس مقام میں کسی شان و اعتبار سے ماخوذ ہو گی نہ کہ ذاتِ بحت مجرد کہ اس مرتبہ کو عالمِ فنا و بقا سے اصالت و ظلیت کے تعلق کے ساتھ غنائے ذاتی ہے اسلئے کہ اس کی صفاتِ زائدہ و شیون و اعتباراتِ ذاتیہ غیر زائدہ میں سے جہاں اصل کا اطلاق ہے بقا کی گنجائش ہے اور جب معاملہ غیب ذات سے پڑتا ہے اور اصل ظل کی مانند راستہ میں رہ جاتا ہے فنا و بقا متصور نہیں ہے، ہاں اگر قوم (صوفیہ) کی اصطلاح والی ذات مراد لیں تو گنجائش ہے کیونکہ یہ حضرات مرتبۂ وحدت پر ذات کا اطلاق کرتے ہیں اور اس کی تجلی کو تجلیٔ ذات کہتے ہیں اور فنا و بقا کا اطلاق اس مرتبہ کے لائق ہے، اور یہ جو ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہٖ نے بقا بذات لکھا ہے وہ متشابہات کی مانند ایک دقیق سِر ہے ہم جیسے بوالہوسوں کا دستِ ادراک اس کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا اگر ہم لوگوں کو ان معانی کے ساتھ قدرے ایمان حاصل ہو جائے تو غنیمت ہے ؎

ما تماشا کناں و کوتہ دست   تو درختِ بلند و بالائی

[ہم صرف سیر کرنے والے اور کوتاہ دست ہیں (اور) تو بلند و بالا درخت ہے]

سنئے! عالم اسماء وصفات کا ظلال ہے اور ظل سے اصل کی طرف شاہراہ ہے ظل کے حق میں
کمال یہ ہے کہ اصل کے ساتھ جا ملے پس افرادِ عالم کا وصول اسماء و صفات تک ہے اور اگر انتہائی ترقی ہو
تو اسماء و صفات کے اصول اور اُن اصول کے اصول تک ہوگی یہاں تک کہ حضرتِ ذات تعالیٰ و تقدس تک
پہنچ جائے (پس) جہاں تک کہ اصالت و ظلیت کا تعلق ہے (وہاں تک) ترقی ممکن ہے اور جب یہ
تعلق منقطع ہو جاتا ہے تو ترقی و عروج متصور نہیں ہوتا اس لئے ان (افرادِ عالم) کو مرتبۂ ذاتِ بحت سے
کچھ حصہ نہیں ہے کیونکہ ذات سے ممکن میں ذرا بھی آمیزش نہیں ہے کہ ذات سے حصہ ہو اُن کا سارا وجود
وجوہ و اعتبارات ہیں وجوہ کو وجہ کی طرف راستہ ہے نہ کہ ذات کی طرف کہ اس مرتبۂ عالیہ سے وجوہ کا
تعلق منقطع ہے اور اللہ تعالیٰ کی سنت (اس طرح) جاری ہوئی ہے کہ زمانۂ دراز کے بعد کسی عارف کو
فنائے اکمل کے بعد اپنے پاس سے ایک ذات عطا فرماتے ہیں کہ اس ذات سے ذاتِ اقدس کی طرف راستہ ہے
پس یہ عارف (اُس) ذات کے تعلق سے ذاتِ مقدس (تعالیٰ شانہٗ) سے کچھ حصہ پا لیتا ہے اور افرادِ عالم
جو کہ اعراض کی مانند ہیں اور (ان کی) کوئی ذات نہیں ہے کہ جس کے ساتھ وہ قائم ہوں ان کا قیام
(اُس) عارف کی ذات کے ساتھ ہے اور اُن سب کی ذات یہی عارف کی ذات ہے اور عارف نیابت و ص ۹۷
خلافت کے حکم کے مطابق اُن کا قیوم ہے پس عارف کو افرادِ عالم کے ساتھ نام کی مشارکت اور صورت
کی مماثلت کے سوا کونسی مشارکت اور کیا مماثلت ہے؟ (کیونکہ) جوہر کو اعراض کے ساتھ کیا مشارکت ہے؟
ہمارے حضرتِ عالی (مجدد) قدسنا اللہ بسرہ نے لکھا ہے کہ اس قسم کے بزرگ ایک زمانہ میں متعدد نہیں ہوتے
جبکہ زمانۂ دراز کے بعد اس قسم کا گوہر ظہور میں آتا ہے تو ایک زمانہ میں اس کا متعدد ہونا کیسے متصور
ہو سکتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "(راقم کو) نماز میں اور کبھی نماز کے علاوہ ایک کیفیت و حالت پیش آتی ہے اس وقت
میں اپنے آپ کو محض لاشئے و فانی پاتا ہے اور اپنے حق میں خاص عنایت و مہربانی سمجھتا ہے جیسا کہ
کسی کو مہربانی سے آغوش میں لیتے ہیں اور گویا کشاں کشاں لیجاتے ہیں اور اپنے آپ کو تمام تعلقات سے
صاف و پاک پاتا ہے اور امور کا تعلق کبھی (اپنے) دائیں پہلو میں اور کبھی پس پشت سمجھتا ہے جیسا کہ گھر
کو صاف کر کے کوڑا کرکٹ کو ایک کنارہ میں جمع کر دیا جائے" میرے مخدوم! نماز مومن کی معراج ہے جو
حالت کہ اس کے ادا کرتے وقت پیش آتی ہے وہ حالتِ معراجیہ کے مناسب ہوگی اور تمام حالات سے
ممتاز ہوگی، تمام حالات کو نماز کی حالت کے ساتھ وہی نسبت ہے جو کہ صورت کو حقیقت کے ساتھ ہے
مثلاً جو صورت کہ آئینہ میں منعکس ہے اس کو اپنی اصل کے ساتھ ظاہری مماثلت و اسمی مشارکت کے سوا
اور کونسی مساوات ہے؟ کسی نے خوب کہا ہے ؎

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید   حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

[اگر مصور اس دلربا (محبوب) کی تصویر کھینچے گا تو میں حیرت میں ہوں کہ اس کے ناز کو وہ کس طرح (تصویر میں) کھینچ سکے گا]

آپ نماز کی تکمیل میں جسقدر کوشش کریں گے اور اس کے سنن و آداب کی رعایت میں جسقدر جدوجہد اور قرات، رکوع و سجود کو سنت کے موافق دراز کرنے میں جتنی سعی کریں گے اس کے فیوض و برکات اسی قدر زیادہ وارد ہوں گے اور اس کا حُسن و جمال و کمال اسی قدر زیادہ ظہور فرمائیگا اور ترقیات رونما ہوں گی اور خاص عنایت و مہربانی اسی قدر تجلی فرمائے گی اور تعلقات سے اسی قدر زیادہ پاک صاف ہو جائے گا۔ (وہ کوڑا کرکٹ) پہلو اور پشت سے بھی زیادہ دُور ہو جائے گا، دوستوں سے دعا کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفےٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ

مکتوب ۵۹

صوفی سعد اللہ کابلی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور اُن کی کیفیات کی تعریف کے بارے میں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے متبعین کے بعض فضائل کے بیان میں تحریر فرمایا۔

ص ۹۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ کے بعد برادر دینی مُلّا سعد اللہ سے عرض ہے، آپ نے جو خط ارسال کیا تھا اس نے پہنچکر خوش وقت کیا۔ آپ نے جو بیخودی، فنا، نیستی، بقا اور بشارات جو کہ آپ کو احوال اور خوابوں میں ظاہر ہوئی ہیں ان کی بابت لکھا تھا ظاہر ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کے شوق و ذوق اور معرفت و عروج کو اور زیادہ کرے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں نماز تہجد کے بعد بیٹھا تھا کہ دو بزرگ ظاہر ہوئے ایک کہتا ہے کہ صوفی سعد اللہ ملاءِ اعلیٰ کی ولایت میں ہے اور دوسرا کہتا ہے ملاءِ اعلیٰ کی ولایت سے بھی اوپر چلا گیا ہے اور میں نے یہ دونوں نسبتیں اپنے اندر علیحدہ علیحدہ ملاحظہ کیں، جب میں ہوش میں آیا اسوقت بھی میں نے مذکورہ دونوں نسبتوں کا اثر اپنے اندر مشاہدہ کیا" میرے مخدوم! یہ حال ایک اعلیٰ بشارت ہے حق سبحانہ و تعالیٰ اس کے آثار کامل طور پر ظاہر فرمائے اور دو ولایت میں اعلیٰ درجہ ولایتِ ملاءِ اعلیٰ ہے (جو) ولایتِ کبریٰ سے بھی زیادہ بلند ہے اس کے اوپر ولایت نہیں ہے مگر کمالاتِ نبوت ہیں، اور انبیاء علیہم السلام کی فضیلت ان کمالات کے ساتھ وابستہ ہے، ملاءِ اعلیٰ (مقرب فرشتے) معصیت سے معصوم ہیں جو شخص کہ ان کی ولایت سے مشرف ہو چکا ہے کہ وہ عصمت سے کچھ حصہ رکھتا ہو اور گناہوں سے محفوظ ہو۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنَا بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ اَبَدًا مَّا

اَبْقَیْتَنَا[1] [اے اللہ اجتک تو ہمیں زندہ رکھے ہم کو ہمیشہ گناہوں کا ترک مرحمت فرما] (یہ دعائے ماثورہ) اس واقعہ کے مناسب ہے۔ یہ جو آپ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ "دوسرے روز ایک نسبت ظاہر ہوئی اور مجھ کو اپنے آپ سے بیخود کر دیا گیا، کہا گیا کہ یہ ملائکہ مقربین کا مقام ہے اور رضا کا مقام ہے اس حال میں علم و ادراک نہیں رہا کہ میں اس کا مشاہدہ کر سکتا۔" آپ جان لیں کہ مقامِ رضا کی مقامِ ملأ اعلیٰ سے مناسبت یہ ہو سکتی ہے کہ مقامِ رضا مقاماتِ سلوک کی انتہا ہے اور ملأ اعلیٰ کی ولایت ولایتوں کی انتہا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "میں نمازِ فجر کے بعد مراقب تھا ایک نسبت ظاہر ہوئی کہ تمام علم و ادراک مجھ سے زائل ہو گیا اور مجھ کو اپنے آپ سے بیخود کر دیا گیا اور میں نسبتِ مذکورہ کا ادراک نہیں کر سکا اُس وقت کہا گیا کہ یہ نسبت اور یہ مقام اصحابِ کرام علیہم الرضوان کا ہے۔" اس عجیب مقام میں علم و ادراک کیوں زائل نہ ہو کہ اصحاب میں سب سے افضل اور احباب میں سب سے مکرم (یعنی صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہے اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ [ادراک کے حصول سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے] بزرگوں نے کہا ہے کہ ادراک اور چیز ہے اور درکِ ادراک اور چیز ہے جس کی نفی کی گئی ہے وہ درکِ ادراک ہے نہ کہ درکِ بسیط، کیونکہ ادراکِ بسیط ہی ہے جو کہ عارف کو جہل و حیرت تک لایا ہے اور اس نسبتِ شریفہ میں اس کو اپنے آپ سے بیخود کیوں نہ کیا جائے جبکہ صحابئ مذکور (صدیقِ اکبرؓ) کی شان میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ ایسے مردہ کی طرف دیکھے جو سطحِ زمین پر چلتا ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ ابن ابی قحافہ کو دیکھ لے ۹۹
یہی موت ہے جو کہ اُس (تعالیٰ شانہٗ) کی معیتِ خاص کا سبب ہوئی ہے (اللہ تعالیٰ نے) دوسرے اصحاب کو دوسرے فضائل کے ساتھ یاد فرمایا ہے اور اُن (صدیقِ اکبرؓ) کو معیت کے ساتھ یاد فرمایا جیسا کہ (دوسرے اصحاب کے بارے میں) فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ [اور وہ لوگ جو اُس (پیغمبر) کے ساتھ ہیں] اور نیز (قرآن کریم میں) اُن (صدیقِ اکبرؓ) کے حق میں آیا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا [بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے] اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے مَاظَنُّکَ بِاثْنَیْنِ اللّٰہُ ثَالِثُہُمَا [تیرا ان دو کے بارے میں کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے] والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ٦٠

محمد میرک بیگ بدخشی کے نام اس بیان میں کہ فرع جو کچھ رکھتی ہے وہ اصل سے ماخوذ ہے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے مدارجِ قرب میں ترقیات عطا فرمائے۔ جو مکتوبِ گرامی آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا۔

---

[1] یہ ایک دعائے ماثورہ ہے۔

حدیثِ شوق اور آیۂ اخلاص جو آپ نے لکھی تھی واضح ہوئی۔ اس جانب سے بھی یہ حدیث پڑھیں اور یہی آیت مطالعہ فرمائیں۔ اثرِ شوق اصل سے منسوب ہوا ہے اور اس طرف کی محبت نے سبقت فرمائی ہے یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ [وہ اُس سے محبت کرتے ہیں اور وہ اُن سے محبت کرتا ہے] وہی محبت ہے جو کہ پوشیدہ خزانے کو تختِ ظہور پر اور عروسِ پردہ نشین کو جلوہ گاہِ شہود پر لے آئی ہے اور وجود و ایجاد کا سبب بنی ہے اور عاشق کو معشوق سے آشکارا کر کے پھر اپنی محبت کے حلقوں سے اس محبِ شیدا کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور اپنے جمال و کمال کا آئینہ بنایا ہے۔ مختصر یہ کہ جو کچھ فرع رکھتی ہے وہ اصل سے ماخوذ ہے اگر محبت رکھتی ہے تو اس کی محبت کا ایک گھونٹ ہے اور اگر شوق رکھتی ہے تو اس شوق کا ایک شرارہ ہے، فرع خود کسی چیز میں استقلال نہیں رکھتی، کسی نے خوب کہا ہے ؎ ۵ ۵۴

ادائے حقِ محبت عنایتیست ز دوست　　　وگرنہ عاشقِ مسکین بہیچ خورسند است

[دوست کی مہربانی ہے کہ وہ محبت کا حق ادا کرتا ہے ورنہ اگر وہ کچھ بھی (محبت کا حق ادا) نہ کرے تو عاشقِ مسکین پھر بھی خوش ہے]

اور یہ جو آپ نے خواب میں دیکھا ہے کہ بدخشانِ رسالت کے لعل اور خاتم نبوت کے نگینہ (سرورِ کائنات) علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات نماز کے لئے تیار ہو کر فرماتے ہیں کہ جو شخص (امام) ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ کی ملت کے تابع ہے وہ ابو حنیفہ کوفیؒ کے ہمراہ اس صف میں داخل ہو جائے، بندہ آپ کے ساتھ اس صف میں داخل ہو گیا اور آنحضرت فخرِ موجودات (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی" واضح ہوا (یہ خواب) آپ کے لئے بھی اور ہمارے لئے بھی نہایت عمدہ بشارت ہے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات سے بہرہ ور فرمائے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سے کہ اُن کی معراج ہے کچھ حصہ عطا فرمائے۔ والسلام اولاً و آخراً۔ ح۱

مکتوب ۶۱

صوفی زاہد برق انداز کے نام اس حال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھا تھا تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر قائم و دائم رکھے۔ آپ نے جو خط ان دنوں بھیجا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، رخصت کے وقت (آپ کو) تبرک کا کپڑا نہ دینے کے باعث آپ نے جو رنجیدگی کا اظہار کیا تھا واضح ہوا اس کا سبب وہی ہے کہ عیدگاہ کے ہجوم سے آپ رخصت ہوئے وہاں کپڑا نہیں تھا تاکہ دیا جاتا اس کے ساتھ ہی ہم نے

کہا تھا کہ بعد میں بھیج دیں گے، اب حاملِ مکتوب مغل بیگ کے ہمراہ پیراہن بھیج دیا گیا آپ پہن لیں گے اور رنجیدگی کا لباس دور کر دیں گے۔ یہ جو حال آپ نے دیکھا تھا کہ "نماز کا وقت آ گیا اور آپ تنہا ہیں آپ چاہتے ہیں کہ نماز ادا کریں، اول آپ نے ارادہ کیا کہ امامت کی نیت کر لیں پھر خیال آیا کہ مقتدی نہیں ہے تو امامت کی کیا ضرورت ہے اسی اثنا میں غیبی الہام سنائی دیا کہ ملائکہ کا ایک گروہ جماعت میں داخل ہو جائے، چنانچہ فرشتے آنے لگے سب نے سفید لباس میں میرے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا کی، جب سلام (پھیرنے) کا وقت آیا سب نے میرے ساتھ سلام پھیرا۔ میں نے دائیں طرف نظر کی تقریباً چار سو اور پانسو آدمی نظر آئے اور بائیں طرف بھی اسی کی مانند (نظر آئے) اس کے بعد جب میں نے پھر نظر کی تو گویا کوئی شخص نہیں تھا۔"

میرے مخدوم! چونکہ آپ امام کے سلام کے بعد پہنچے جیسا کہ آپ نے لکھا تھا اور یہ آپ کی آزردگی کا باعث ہوا اس لئے آپ کی تسلی کے لئے یہ کرامت آپ کے لیے ظاہر کی گئی، اللہ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں کہ آپ کو اس کرامت اور اس الہام اور اس دید کے ساتھ ممتاز کیا گیا ہے، حدیث شریف میں آیا ہے "جس شخص نے زمین کی فضا میں اذان دی اور اقامت کہی اور اکیلے نماز پڑھی تو فرشتے اس کے پیچھے صفیں بنا کر نماز پڑھتے ہیں۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی جگہ (تنہا) ہو اور وہ نماز کے لئے (تکبیر) اقامت کہے تو اس کے پیچھے دو فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور اگر وہ اذان دے اور اقامت کہے تو اس کے پیچھے اسقدر فرشتے نماز پڑھتے ہیں کہ ان کے دونوں طرف کے سرے نظر نہیں آتے وہ اس کے رکوع کے ساتھ رکوع ۱۰۱
کرتے ہیں اور اس کے سجدہ کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۶۲

خواجہ میرزائے گل بہاری کے نام ایک شبہ کے حل کے جواب میں جو کہ انھوں نے ہمارے حضرتِ عالی (مجدد) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ کے کلام پر کیا تھا اور معتزلہ کے استدلال کے جواب میں جو کہ انھوں نے نفیِ رویت کے بارے میں کیا ہے نیز اس اعتراض کے جواب میں جو انھوں نے لمعات کی عبارت پر کیا تھا تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وآلہ اجمعین۔ آپ نے پوچھا تھا کہ "معتزلہ اس دلیل کے ساتھ رویتِ اُخروی (آخرت میں دیدارِ الٰہی) کی نفی کرتے ہیں کہ رویتِ مرئی (دیکھی جانے والی شے) کے مقابل و محاذی ہونے کا تقاضا کرتی ہے اگر حق تعالیٰ مرئی ہوگا تو اس تعالیٰ شانہٗ کے لئے جہت و نہایت ثابت ہو گی" اور حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) نے

اس شبہ کے دو جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ظاہری آنکھ سے دیکھنے میں مقابل و محاذی ہونا شرط ہے کیونکہ مقابل ہونا ایک نسبت ہے جو کہ دو مقابل چیزوں میں قائم ہے پس جس طرح مرئی (دیکھی جانے والی شئے) کی جانب سے شرط ہے (اسی طرح) رائی (دیکھنے والے) کی جانب سے بھی شرط ہے کہ وہ مرئی کے سامنے ہو اور حالانکہ حق تعالیٰ تمام اشیاء کو دیکھتا ہے اور (اس کے باوجود) کوئی محاذات نہیں ہے (حضرت مجددؒ کا کلام ختم ہوا)۔ نیز آپ نے لکھا تھا کہ "اس نادان (میرزا گل صاحبِ مکتوب) کے دل میں آتا ہے کہ معتزلہ[له] نے جو یہ کہا ہے کہ رویتِ بصری مقابل و محاذی ہونے کا تقاضا کرتی ہے' بصر سے ان کی مراد عصبی عضو ہے اور اس عضو کی اُس بارگاہ (حق سبحانہٗ) میں نفی ہے' علماء نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ آنکھ کے بغیر دیکھنے والا اور کان کے بغیر سننے والا ہے" میں اس[۲] کے جواب میں کہتا ہوں اوّل یہ کہ (تمہاری طرف کا) یہ شبہ سندِ اخص (یعنی قولِ مجدد قدس سرہٗ) پر اعتراض ہے جو نا قابلِ تسلیم ہے' علمائے مناظرہ نے کہا ہے کہ سند کو رد نہیں کیا جاتا مگر جبکہ رد کے لئے اس کے مساوی سند لائی جائے۔ دوم یہ کہ آپ نے لکھا ہے کہ بصر سے معتزلہ کی مراد عصبی عضو ہے اس نقل کی صحت کی جانچ کرنی چاہئے کہ اُن (معتزلہ) کی مراد یہ ہے سوم یہ کہ معتزلہ جو رویت کے صحیح ہونے میں محاذات وغیرہ کی شرائط لگاتے ہیں یہ کوئی ایسا امر نہیں ہے ۱۰۳
کہ بداہتِ عقل جس کا حکم لگاتی ہو بلکہ ایک ایسا استبعاد (رویت کو بعید جاننا) ہے جو کہ غائب کو حاضر پر قیاس کرنے کے باعث پیدا ہوا ہے یعنی حاضر میں ان شرائط کے بغیر رویت واقع نہیں ہے اور چونکہ عقل نے اس حکم کے ساتھ محبت اور لگاؤ پیدا کر لیا ہے (اسلئے) غائب میں بھی حاضر پر قیاس کرتے ہوئے یہ حکم لگا دیتی ہے اور حضرتِ عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ حاضر میں رویت کا حصول بطریقِ خاص ہے اس لئے کہ یہ دو چیزوں کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا' ایک یہ کہ دیکھنے والی چیز عصبی عضو ہو دوسرے یہ کہ جس چیز کو دیکھا جائے وہ محدود اور جہات والی اور مکانی ہو کیونکہ اس دنیا میں غیر محدود کو دیکھا نہیں جا سکتا۔ پس اگر غائب میں ان دونوں میں سے ایک چیز مفقود ہو جائے تو قیاس کا حکم فاسد ہو جائیگا کیونکہ قیاس (مقیس و مقیس علیہ میں) مماثلت چاہتا ہے (اور یہاں یہ مماثلت مفقود ہے) اس لئے یہ حکم حق تعالیٰ کے ہم کو دیکھنے کے بارے میں جاری نہیں ہوا کیونکہ ان دونوں شرطوں میں سے ایک شرط مفقود ہے اس لئے کہ جس کو دیکھا جائے اگرچہ محدود ہے لیکن دیکھنے والا عصبی عضو نہیں ہے اور مؤمنوں کے حق سبحانہٗ کو دیکھنے کے بارے میں بھی ان دونوں میں سے ایک شرط مفقود ہے کیونکہ دیکھنے والا اگرچہ عصبی عضو ہے لیکن جس کو دیکھا جائے

له میرزا گل کی طرف سے حضرت مجددؒ کے کلام پر شبہ ہے۔ ۲ اس شبہ کا جواب جو میرزا گل نے حضرت مجدد قدس سرہ کے کلام پر کیا ہے۔

عــه یعنی ان شرائط کا لگانا ان شرائط کے ثابت ہوئے بغیر رویت کو بعید جاننے کی وجہ سے ہے اور یہ بعید ...... جاننا غائب کو حاضر پر قیاس کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے (مترجم)

وہ محدود اور جہات والا نہیں ہے پس قیاس فاسد ہوگا اور اگر ان دونوں شرطوں میں سے ایک شرط کے مفقود ہونے کے باوجود یہ قیاسی حکم درست ہو تو لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ ہم کو نہ دیکھے کیونکہ دیکھنے والا اگرچہ عصبی عضو نہیں ہے لیکن جس کو دیکھا جائے وہ محدود و مکانی ہے اس لئے محاذات وغیرہ اس کیلئے لازمی ہونگی، پس جبکہ اللہ تعالیٰ کے ہم کو دیکھنے میں محاذات وغیرہ لازم نہیں آتیں باوجودیکہ جس کو دیکھا جائے وہ محدود ہے تو مؤمنوں کے اُس (حق سبحانہٗ) کے دیکھنے میں بھی محاذات وغیرہ لازم نہیں ہوں گی کیونکہ دیکھنے والا اگرچہ عصبی عضو ہے لیکن جس کو دیکھا جائے وہ مکانی نہیں ہے یعنی جس طرح عصبی عضو سے مرئی (دیکھی جانے والی شے) کو دیکھنا محاذات کی شرط پائے جانے کے بغیر عقل کے نزدیک بعید ہے اسی طرح مرئی محدود و مکانی کو محاذات کے بغیر دیکھنا بعید ہے اور عقلی طور پر بعید ہونے میں دونوں برابر ہیں پس ایک کو جائز کہنا اور دوسرے سے گریز کرنا عدم تدبر کے باعث ہے اور اس تقریر سے علامہ تفتازانی کا اعتراض جاتا رہا ہم اس کو ان شاء اللہ تعالیٰ ابھی کسی حیلے بہانے کے بغیر ذکر کریں گے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ چہارم یہ کہ جو اعتراض آپ نے (حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے کلام پر) کیا ہے (بعض) علماء نے بھی اسی قسم کا اعتراض کیا ہے اور دوسرے علماء نے اس کا جواب دیا ہے، شارح عقائد نسفی نے کہا ہے اور البتہ اللہ تعالیٰ کے ہم کو دیکھنے کے بارے میں عدمِ اشتراط پر استدلال کیا جاتا ہے اور اس میں تامل ہے اس لئے کہ بحث حاسۂ بصر کی رویت میں ہے۔ ملا فرخ کمال محشی نے استدلال مذکور پر حاشیہ لکھا ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حاضر (بندہ) کو غائب (حق تعالیٰ) پر ر۱۰۳
قیاس کرنا ہے اور یہ بھی فاسد ہے (جیسا کہ اس کا عکس فاسد ہے) اور اگر اس استدلال کو منکرین رویت کے مقابلہ میں اُن پر الزام کے طور پر رکھا جائے نہ کہ تحقیق کے طور پر تو شرح میں نظر مذکور (تامل) وارد نہیں ہوگا غور کر لیجئے، یعنی اگر ہم شارح کے استدلال کو مدعا کے ثابت کرنے پر جو کہ رویت کا واقع ہونا ہے استدلال کریں اور بندہ کی رویت کو حق جل وعلا کی رویت پر قیاس کریں تو درست نہیں آتی اور شارح کی بحث جو کہ اس نے فیہ نظر (اس میں تامل ہے) کہا ہے وارد ہوتی ہے کیونکہ حاضر کا غائب پر قیاس کرنا فارق ہوتے ہوئے جو کہ حاسۂ بصر ہے حاضر میں فاسد ہے نہ کہ غائب میں، اور اگر اس استدلال کو رویت کے بارے میں جہت وغیرہ کے شرط ہونے کے لئے معتزلہ پر الزامی دلیل بنائیں تو درست ہوتا ہے اور شارح کا نظر (تامل) وارد نہیں ہوتا۔ محشی کی اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ معتزلہ محاذات کے شرط ہونے کے لئے عصبی عضو کی قید نہیں لگاتے ورنہ اُن پر یہ الزام درست نہیں ہوتا اور کسی فاضل نے اس معنی کی وضاحت کی ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے، تحقیق یہ ہے کہ ہم انکشافِ تام حسی ثابت کرتے ہیں

اور وہ اس کا انکار کرتے ہیں بلکہ وہ انکشاف تام علمی ثابت کرتے ہیں انتہی، اس سے یہ نکلتا ہے کہ وہ مطلق رویت کا انکار کرتے ہیں نہ کہ اس کی خاص معروف قسم کا۔ بہجم یہ کہ سند منع سے غرض یہ ہے کہ محاذات وغیرہ رویت کے مفہوم میں معتبر نہیں ہے اور ممکن ہے کہ رویت ان امور کے بغیر واقع ہو جیسا کہ حق تعالیٰ کے بندوں کو دیکھنے میں پس ادلہ سمعی کو ظاہر پر کیوں نہ محمول کریں کیونکہ حق تعالیٰ قادر ہے کہ ہماری آنکھوں میں ایسی قوت پیدا فرما دے کہ (رویت) ان چیزوں کے ساتھ مشروط نہ رہے اور کسی محقق کا یہ قول اس کی تائید کرتا ہے کہ رویت کے محل کا امر جسمانی ہونا جو کہ آنکھ کی پتلی ہے اس کے منافی نہیں ہے کہ رویت کا متعلق غیر جسمانی ہو اور وہ باری تعالیٰ ہے جیسا کہ بلاشبہ علم ضروری کے محل کا امر جسمانی ہونا جو کہ ہمارے نزدیک قلب ہے اور معتزلہ کے نزدیک بھی یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ علم ضروری کا متعلق غیر جسمانی ہو اور وہ باری تعالیٰ ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "شیخ عراقی[1] نے لمعات میں فرمایا ہے کہ اگر محبوب صاحب کشف ہے جیسا کہ وہ ہر
۱۰۲ صورتا میں دوست کی شکل دیکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ ناپسندیدہ صورت کو پسند نہ کرے اگرچہ وہ محبوب کا چہرہ دیکھے کیونکہ اس کا چہرہ اس کی ناپسندیدگی میں ہے کہ راضی نہیں ہے، بندہ کا سوال یہ ہے کہ محبوب کے چہرہ کا ظہور اس صورت میں کہ جس سے وہ راضی نہ ہو کیا ہے وہ ایسی صورتا میں کیوں ظاہر ہوا جو کہ اس کی مرضی کے موافق نہیں ہے، چاہئے کہ تمام مظاہر و مصادر پسندیدہ ہوں۔ جواب: یہ جو شیخ (عراقی) نے کہا ہے کہ "صورت ناپسندیدہ ہیں" یہ اس معنی میں نہیں ہے کہ اس صورت ناپسندیدہ میں ظہور ہے کہ جو یہ سوال وارد ہو بلکہ اس معنی میں ہے کہ اس مظہر کا کسب ناپسندیدہ ہے جیسا کہ علما نے کہا ہے کہ کفر کا پیدا کرنا قبیح نہیں ہے اور بندہ کا کفر کو کسب کرنا اور اس کا کافر ہونا قبیح ہے ؎

خَالِقُ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ الْقَبِيحِ ۔۔۔ وَلٰكِنْ لَيْسَ يَرْضٰى بِالْمُحَالِ

[اللہ تعالیٰ خیر اور شر قبیح کا خالق ہے، لیکن باطل سے راضی نہیں ہوتا ہے۔]

پس معلوم ہوا کہ تمام مظاہر اپنے اندر ظہور (صفات الٰہی) اور ان کی خلقت کے اعتبار سے پسندیدہ ہیں قبیح و ناپسندیدہ اُن کا کسب ہے اور صوفیۂ وحدت الوجود کے مطابق خلق اس کے اس لباس کے ساتھ ظہور اور اس کے آثار و احکام کے ساتھ اس کے متحقق ہونے کی عبارت ہے، وحدت الوجود والے کہتے ہیں کہ کسی چیز میں بُرائی اور شر ذاتی نہیں ہے اگر ہے تو نسبتی و اضافی ہے ؎

پس بدی مطلق نباشد در جہاں ۔۔۔ بد بہ نسبت باشد آں را ہم بداں

[پس دنیا میں بُرائی مطلقاً نہیں ہے، بُرا نسبت سے ہوتا ہے تو اس کو بھی جان لے]

---

[1] شیخ عراقی یعنی شیخ فخر الدین ابراہیم بن شہریار العراقی آپ نے صدر الدین محمد القونوی کی خدمت میں رہ کر ان سے فصوص الحکم کے حقائق سُنے اور ان کو ایک مختصر کتاب میں جمع کیا جو چند لمعات پر مشتمل ہے اسلئے ان حقائق کا نام لمعات رکھا۔

اور اس مقام میں ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ) کی جداگانہ تحقیقات و مقالات ہیں جیسا کہ حضرتِ موصوف کے رسائل و مکتوبات سے روشن و واضح ہے والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۶۳

محمد یار خادمِ حضرت خواجہ محمد نقشبند (قدس سرہٗ) کے نام ان کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ فنا و بقائے اَتم کی خبر دینے والا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے احوال و کیفیاتِ عالیہ پر مشتمل جو خط ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، اللہ تعالیٰ ترقیات کے دروازے کھلے رکھے اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر استقامت عطا فرمائے کیونکہ کام کا مدار اسی استقامت پر ہے وَبِدُوْنِہٖ خَرْطُ الْقَتَادِ (اور اس کے علاوہ بیفائدہ رنج اٹھانا ہے)۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ان دنوں میں یقینِ کامل کے ساتھ منکشف ہوتا ہے کہ وجود اور وجود کے تابع کمالات جو عدم کے آئینہ میں منعکس ہوتے تھے اپنی اصل کے ساتھ جا ملے ہیں اور جس طرح کہ صفات نے اپنی اصل کی طرف رجوع کیا تھا ذات بھی جو کہ عدم مقید ہے اپنی اصل کی طرف راجع ہو گئی اور وجود و عدم میں سے کوئی چیز اس جانب منسوب نہیں رہی"۔ آپ معلوم ص ۱۰۵ کریں کہ یہ حالت جو آپ نے لکھی ہے فنائے نفس میں درجۂ کامل ہے جو کہ عین و اثر کا زائل کرنے والا ہے اس مقام میں نفس اسلامِ حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے اور اطمینان تک پہنچ جاتا ہے اور راضی و مرضی ہو جاتا ہے۔ نیز آپ نے لکھا تھا کہ "ہر بال کے سرے سے ایک نور ظاہر ہوتا ہے اور اس قسم کی وسعت و کشادگی پیدا کر لیتا ہے کہ تمام آفاق کو عرش سے زمین تک احاطہ کر لیتا ہے اور ذراتِ عالم میں سے ہر ذرہ میں سرایت کر جاتا ہے"۔ اے سعادت آثار! یہ دید بقا کے آثار میں سے ہے جو کہ فنائے اکمل پر مترتب ہوتی ہے جیسا کہ آیۂ کریمہ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ (کیا ایسا نہیں ہے کہ ۹۹ / ۶ / ۱۲۲ جو شخص مُردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کیلئے ہم نے نور بنا دیا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے) اس کی خبر دینے والی ہے اور احاطۂ نور کی وسعت اس شان کی جامعیت پر دلالت کرتی ہے کہ جس کے ساتھ بقا حاصل ہوئی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "یہ دید کچھ اصلیت رکھتی ہے یا محض وہم و خیال ہے"۔ امید ہے کہ خیال کی تراشیدہ نہیں ہوگی، کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ حال کے صحیح ہونے کی علامت یقین کا بدرجۂ کمال حاصل ہونا ہے چونکہ یقین بدرجۂ کمال ہے اس لئے وہم و خیال کی تراش نہیں ہے، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآب، والسلام

مکتوب ۶۴

خواجہ محمد صادق بخاری مدنی کے نام رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے روضۂ مقدسہ پر افلاس وانکسار کے اظہار کے بارے میں اور اُن اذکار واعمال کے بیان میں جو کہ ولایاتِ ثلثہ میں سے ہر ایک ولایت اور کمالاتِ نبوت اور اس سے اوپر کے مقامات کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور اُن مقامات کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا کہ جہاں ترقی اعمال پر وابستہ نہیں ہے بلکہ فضل یا صرف محبت پر موقوف ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد وصلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال واطوار حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل سے آپ کی عافیت اور شریعت عالیہ و سنتِ منورہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر استقامت کی دعا کی گئی ہے۔

میرے مخدوم! ہم دور افتادہ وناکارہ فقرا امید رکھتے ہیں کہ روضۂ مقدسہ (گنبدِ خضرا) کے مجاور اور اُس آستانۂ عالیہ کے جاروب کش اور اُس دیارِ پُر انوار کے معتکفین اور اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ [جب وہ دونوں غار میں تھے] کے زائرین اس شکستہ دل افگار کو اُس بارگاہِ اسرار میں یاد رکھیں گے اور انتہائی عجز وانکسار کے ساتھ اس (فقیر) کا سلام پیش کریں گے اور اس سرگشتۂ مشتاق کی طرف کبھی کبھی ایک نگاہِ کرم فرمانے کی درخواست بھی کریں گے کہ اس عاجز ودرماندہ کی تکمیلِ کار کی ضمانت نیم نگاہ پر موقوف ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

از دردِ سر و خمارِ ہستی رستن　　موقوف بیک نگاہِ مستانۂ تست

[دردِ سر اور نشۂ ہستی سے رہائی پانا تیری ایک نگاہِ مستانہ پر موقوف ہے۔]

آپ کے کئی خطوط پہنچ کر مسرت بخش ہوئے لیکن جواب ارسال کرنے میں اس جانب سے کوتاہی واقع ہوئی ہے، فاصلہ کی دوری عذر خواہ ہے، اس وقت اُن خطوط میں سے کوئی خط بھی موجود نہیں ہے تاکہ اس کے مطابق کچھ لکھا جاتا۔ مختصر یہ کہ ضبطِ اوقات میں کوشش کریں اور وقت وحال کے موافق اعمال وعبادات میں مشغول اور ترقی کے طالب رہیں اور ہر روز ترقی کریں مَنِ اسْتَوٰى يَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں گذرے وہ خسارے میں ہے] ولایاتِ سہ گانہ کے کمالات میں ترقی غالب طور پر قرآن مجید کے سوا (باقی) اذکار کے ساتھ وابستہ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ولایتِ ظلی یعنی جو کہ ولایتِ صغریٰ ہے مراقبات اور قلبی اذکار بہت زیادہ مناسبت رکھتے ہیں اور دوسری دو ولایتوں

(ولایتِ کبریٰ و ولایتِ عُلیا) ہیں کہ (ان دونوں میں سے) ہر ایک اصل سے تعلق رکھتی ہے اور ظل سے نکل چکی ہے ذکرِ لسانی اور کلمۂ طیبہ کا تکرار بہت زیادہ ترقی بخشنے والا ہے اور جب معاملہ کمالاتِ نبوت میں واقع ہوتا ہے تو اس مقام میں قرآنِ مجید کی تلاوت اور نماز خاص طور پر فرض نمازیں فائدہ مند و نفع بخش ہیں اور جب معاملہ اس سے بھی اوپر چلا جاتا ہے تو ایک ایسا مقام پیش آتا ہے کہ عمل و اعتقاد کا جہاں کوئی اثر نہیں ہے اس مقام میں ترقی محض فضل و احسان سے ہے، یہ مقام انبیائے مرسلین علیہم الصلوات والبرکات کے ساتھ مخصوص ہے اور اُن کے طفیل اُمتیوں میں سے جسے چاہتے ہیں نواز دیتے ہیں، اور جب اس مقام سے بھی ترقی واقع ہوتی ہے تو معاملہ فضل و احسان سے محبت کی طرف مائل ہو جاتا ہے اس مقام میں کمالات کا حصول و ترقی صرف محبت پر موقوف ہے، اور محبت میں بھی دو کمال ہیں محبّیت و محبوبیت، کمالاتِ محبّیت کا ظہور حضرت کلیم (موسیٰ) علیہ السلام کے ساتھ وابستہ ہے اور کمالاتِ محبوبیتِ ذاتیہ اولاً حبیبِ رب العالمین علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان دونوں اکابر کے طفیل دوسرے بھی ان دونوں (قسم کے) کمال کے امیدوار ہیں۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۶۵

۱۰۷

فضائل مآب شیخ بدر الدین سلطانپوری کے نام شوقِ ملاقات کے اظہار اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے روضۂ منورہ کے فیوض و برکات کی طرف اشارہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ عزّ و جلّ سے آپ کی سلامتی و عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! جدائی کا زمانہ دراز ہو گیا ہے اور حدیثِ شوق بیان سے باہر ہے، احباب ہر سال حجاج کی واپسی کے وقت قدوم شریف (آپ کی تشریف آوری) کا انتظار کرتے ہیں جب معلوم ہو جاتا ہے کہ نہیں آئے تو چشمِ منتظر دوسرے سال پر لگا دیتے ہیں، اگر اُس جگہ کو وطن بنانے کا ارادہ ہے تو اطلاع دیں تاکہ مشتاقین کو دونوں راحتوں میں سے ایک حاصل ہو جائے۔ در اصل یہ افسوس (کی بات) ہے کہ کوئی شخص اُس دیارِ عالیہ سے اس دیارِ سفلی کی طرف آئے اور اُن متبرک مقامات سے جو کہ فیوض و انوار کا منبع ہیں ان ظلمانی مقامات کی طرف مائل ہو جو کہ کفر و بدعت کی کان ہیں (کتابِ الحرف)

اپنے آنے سے اسقدر نفرت و حسرت رکھتا ہے کہ کیا لکھے، ہاں اگر حضرت پیر دستگیر (مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ) کے روضۂ مطہرہ کی زیارت کی نیت اور اُس مزارِ پُر انوار کے مجاوروں کی ملاقات کی نیت سے آئیں اور اس مقام کی برکات سے بھی بہرہ مند ہوں تو گنجائش رکھتا ہے کہ اس جگہ (روضۂ مجددیؒ) کے فیوض و انوار اُس مقام (مدینہ طیبہ) کے انوار سے ماخوذ و مستفاد ہیں لیکن ان کا حاصل ہونا آسان ہے، سرزمینِ ہند اگرچہ ظلمت و کدورت سے پُر ہے لیکن چشمۂ حیات تاریکیوں میں ہے۔ ع

بتاریکی درون آبِ حیات ست [آبِ حیات تاریکی کے اندر ہے]

انوارِ خلّت کے آثار یہاں ہیں اور اسرارِ محبت سے اس جگہ کے شیدائی امیدوار ہیں۔ مختصر یہ کہ اگر استخارہ موافقت کرے اور ان مقامات کی سیر کریں اور مشتاقوں کو خوش کریں تو مناسب ہے، توقع ہے کہ اس مسکین کو اُن مقاماتِ متبرکہ میں اور کعبۂ مکرمہ میں داخل ہونے پر دعائے خیر سے یاد کریں گے اور اس فقیر کی سلامتیٔ خاتمہ کے لئے دعا کریں گے اور روضۂ منورہ کے مواجہہ شریفہ میں اس درویش کا فقیرانہ سلام عرض کریں گے۔

ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف [اگر قبول ہو جائے تو نہایت عزت و شرف ہے]

والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفٰی علیہ و علیٰ اٰلہ و صحبہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلی۔

مکتوب ۶۶ ص ۱۰۸

گرامی قدر قدوۃ الکاملین امام العارفین زبدۃ الراسخین مظہر اسرار ربِّ حمید حضرت شیخ محمد سعید برادرِ کلاں خود کے نام شوق کے بیان و غمِ دوری کے اظہار میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام دل تُرا می طلبد دیدہ تُرا می خواہد

[میں دیدہ و دل کو کس چیز میں مشغول کروں کہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو چاہتی ہے]

احقر مخلصین عرض کرتا ہے کہ غمِ دُوری اور دردِ فرقت کو کس طرح ظاہر کرے اور حضورِ فرحت افزا کے حصول کے شوق کو کہاں تک بیان کرے ؎

این خطِ سربمہر بجانان کہ می دہد وین دردِ سربمہر بدرمان کہ می برد

[یہ سربمہر خط محبوب کو کون پہنچاتا ہے اور اس دردِ سر کا علاج کون آ کر لطف کرتا ہے]

دل مضطر برکت آثار خبروں کا منتظر ہے، امیدوار ہے کہ اس کی اطلاع سے مشرف و مسرور ہوگا۔ چند روز کہ اس مسکین کے درد میں کمی ہے چنانچہ ڈولی میں بیٹھ کر پیرِ دستگیر (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے عرس کی مجلس میں چند ساعت کے لئے حاضر ہوا تھا اور گرم وقت میں بھی ڈولی میں بیٹھ کر نماز باجماعت میں حاضر ہوتا ہے۔ الحمد للہ سبحانہٗ علیٰ جمیع نعمائہٖ والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل انبیائہٖ وعلیٰ آلہٖ وسائر احبائہٖ۔

مکتوب ۶۷

خواجہ ضیائی مودودی کے نام ارادوں کی نفی پر ترغیب دینے کے بارے میں جو کہ صفتِ ارادہ کے زائل ہونے پر موقوف ہے اور ان احوال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھے تھے اور کمالِ فنا کے حصول اور اخلاقِ رذیلہ کے زائل ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ اللہ تعالیٰ مقاصد کے حصول سے مشرف کرے بلکہ تمام ارادوں اور صفتِ ارادہ سے بھی فارغ کردے، ولایتِ بندگی کے اطوار میں صفتِ ارادہ کی گنجائش نہیں ہے، اپنے ارادہ کا طلب کرنا حق تعالیٰ وتقدس کی مرضی کی نفی کرنا ہے، چاہئے کہ وسعتِ سینہ تمام ارادوں اور آرزوؤں سے خالی ہو حق سبحانہٗ کے ماسوا کوئی خواہش وطلب نہ رہے ؎

در تو یک یک آرزو ابلیسِ تست (تیرے اندر کی ایک ایک خواہش تیرا ابلیس (شیطان) ہے)

اہل اللہ ارادوں کی نفی کرنے کے لئے صفتِ ارادہ کے زائل ہونے میں کوشش کرتے ہیں اور اصل کا علاج کرتے ہیں کیونکہ جبتک ارادہ کی صفت بندہ میں ہے (اس وقت تک) ارادوں کا وارد ہونا متصور ہے اور جب صفتِ ارادہ کی نفی ہوجائے تو ارادوں کا دل میں پیدا ہونا متصور نہیں ہوگا۔ آپ نے لکھا تھا ص۹۰
کہ "نفی واثبات (ایک سانس میں) ایک سو اکاون (۱۵۱) تک پہنچ جاتا ہے اور فنا ونیستی معلوم ہوتی ہے اس سے پہلے فنا ونیستی کے ضمن میں اپنے وجود کو فانی پاتا تھا اور اپنے سر کو دیکھتا تھا کہ ہے اور اب سر کو بھی وجود کی مانند فانی پاتا ہے اور لیکن زبان نظر آتی ہے گویا اس کو فنا حاصل نہیں ہوئی ہے"۔

میرے مخدوم! آپ جس عضو کو فنا تک نہ پہنچا ہوا دیکھتے ہیں وہ فنا کے ناقص رہنے پر دلالت کرتا ہے کہ کمال کو نہیں پہنچا ہے خصوصاً سر کو جو کہ اعضا کا سردار ہے اور نفس کا ٹھکانا اور انانیت (میں میں) وتکبر کا محل ہے جو کہ بندگی کے منافی ہے اور خیالاتِ فاسدہ کا مقام ہے کہ جس کی فنا نہایت اہم کام ہے اب جبکہ آپ سر کو فانی پاتے ہیں تو یہ ایک نعمت وبشارت ہے لیکن زبان کا

نفس ابھی تک ہے زبان بھی اعضا کا سردار ہے اور سر کی مانند اخلاقِ ذمیمہ رذیلہ کا منبع ہے (حدیث شریف میں) وارد ہوا ہے کہ (ہر روز) "جب صبح ہوتی ہے تمام اعضا زبان کے سامنے آتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر تو سلامت رہی تو ہم سب سلامت رہیں گے اگر تو لغزش میں مبتلا ہو گئی تو ہم سب تیری لغزش میں مبتلا ہو جائیں گے"[1]۔ اس کی اصلاح ضروریات میں سے ہے کیونکہ دین و دنیا کی اصلاح اس پر موقوف ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ فنا حقیقت میں اخلاقِ ذمیمہ سے رہائی پانا اور اخلاقِ حمیدہ کے ساتھ متصف ہونا ہے پس ہر عضو کو جو کہ اخلاقِ ذمیمہ کا مقام ہے اپنی جگہ پر دیکھنا کہ فنا نے اس میں راہ نہیں پائی ہے اسی اخلاق کے زائل ہونے پر دلالت کرتا ہے اور وہ فنا کے ناقص ہونے کی دلیل ہے کیونکہ فنا اگر درست ہو جائے تو یہ اخلاقِ ذمیمہ جو کہ عدم کے شر کے باعث ہے نہیں رہتا، اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اس سے پہلے اپنے آپ کو ایک گھر میں دیکھتا تھا جس کا دروازہ نہیں ہے اور ہر چند باہر آنے کا قصد کرتا تھا لیکن میسر نہیں ہوتا تھا اور اب اسی جگہ اپنے آپ کو دیکھا کہ جس طرف بھی رخ کرتا تھا دیوار شق ہو جاتی اور راستہ دے دیتی تھی، اسی طرح چھت پر بھی نظر کرتا تھا تو شق ہو جاتی اور راستہ دے دیتی تھی لیکن باہر نہیں نکلا" یہ بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ آپ ابھی تک تقید و تعین کے کوچے سے نہیں نکلے ہیں اور فضائے اطلاق تک نہیں پہنچے ہیں، اور یہ فنا کا ناقص ہونا ہے۔ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ "آپ دانتوں میں خلال کرتے ہیں اور وہاں سے گوشت مٹھی مٹھی بھر نکلتا ہے آپ اس کو پرندوں اور کتوں کے سامنے ڈالتے ہیں اور شکر ادا کرتے ہیں الخ" بہت خوب ہے کہ پاک و صاف ہو رہے ہیں اور اخلاقِ سیئہ باہر نکل رہے ہیں اور یہ جو سر کے اوپر سفید روشن نور ظاہر ہوتا ہے شاید کہ آپ کے (لطیفۂ) سِرّ کا نور ہے کہ سینہ سے سر پر آ گیا ہے اور ساکنانِ سر کی تربیت کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ ضبطِ اوقات میں کوشش کریں اور قبر و قیامت کی تیاری کریں اور دوستوں کو دعا کے ساتھ یاد رکھیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۶۸

خواجہ احمد بخاری کے نام اس بیان میں کہ عبادات میں ظاہری جمعیت باطنی نسبت کا اثر ہے اور خود پسندی و خود بینی سے بیزاری پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف باب حفظ اللسان میں ترمذی سے اس طرح روایت ہے: قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا اصبح ابن آدم فان الاعضاء کلھا تکفر اللسان تقول اتق اللہ فینا فانا نحن بک فان استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد وصلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو خط حاجی یوسف کے ہمراہ بھیجا تھا اس نے پہنچکر مسرور کیا، آپ نے جو ضبطِ اوقات اور لوگوں کے ساتھ میل جول اور ملاقات کم کرنے اور اذکار وعبادات کے ساتھ اوقات کو مصروف رکھنے اور طعام اور تمام خواہشات کے ترک کرنے کے بارے میں لکھا تھا واضح اور مسرت افزا ہوا، اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے اور اتباعِ رسولؐ اور آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کو آپ کا رفیق بنائے۔ میرے مخدوم! ظاہری جمعیت اور ضبطِ اوقات باطنی نسبت کا اثر ہے جو کہ باطن پر چمکی ہے اور اس کو اپنے جال میں لے آئی ہے اور مطلوبِ حقیقی کے تجسس میں ماسوا سے بالکل رہا کر دیا ہے اور اس کے آثار کے مشاہدہ میں مستغرق وفانی کر دیا ہے اور اس کا کوئی نام ونشان نہیں چھوڑا ہے اور عین واثر کو دور کر دیا ہے، عارف کا باطن حضور کی شکست وریخت اور جدا کرنے میں لگا ہوا ہے اس کا ظاہر جو کہ اس سے منزلوں دور ہے اذکار وطاعات کے معمولات کے ساتھ مسرور ومانوس ہے مختصر یہ کہ اس ظاہری توفیق پر حق جل وعلا کا شکر بجا لائیں اور اس کے نتائج وثمرات کے امیدوار رہیں اور باطنی ترقیات پر متوجہ رہیں اور خود پسندی وغیرہ کے تصور سے ڈرتے اور کانپتے رہیں اور استغفار کو لازم پکڑیں اور بارگاہِ قدس کو اس سے بالاتر جانیں کہ ہمارے ناقص اعمال اس بارگاہِ مقدس کے لائق ہوں اس کے باوجود اعمال میں کوتاہی نہ کریں اور ان کی زیادتی میں کوشش کریں اور ان سے استغفار کریں کہ بزرگوں نے کہا ہے اِعْمَلْ وَاسْتَغْفِرْ [عمل کر اور استغفار کر] دوستوں سے سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کی امید کی جاتی ہے۔

آپ نے جسمانی تکلیف اور فرزندِ دلبند کی وفات کی بابت لکھا تھا معلوم ہوا، چونکہ یہ تقدیر وارادۂ الٰہی سے ہے (اس لئے) راضی وشاکر رہنا چاہئے بلکہ محبوب کے فعل سے لذت یاب ہونا چاہئے ظاہری آلام باطنی ترقیات کا وسیلہ ہیں۔ میرے مخدوم! لوگوں کے کہنے سے پریشان نہ ہوں جو نسبت کہ ہمارے اور آپ کے درمیان ہے امتیازی درجہ کی ہے بیان کی محتاج نہیں خط وکتابت کی کمی بیشی سے اس میں فرق نہیں آتا۔ والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۶۹

خواجہ محمد شریف بخاری کے نام ان کے لئے نصیحتوں کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ کمال واکمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے، آپ نے جو خط حاجی یوسف کے ہاتھ بھیجا تھا وہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے طالبین کے راغب ہونے اور ان کے کثرت آمد اور

توجہات کے آثار کے ظاہر ہونے کی بابت لکھا تھا، واضح ہوا، اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کا شکر بجا لائیں اور طالبین کے احوال کو اپنے احوال کا آئینہ جانیں، آپ کی پوشیدہ کیفیات ہیں جو کہ ان میں ظہور کرتی ہیں اور اُن (طالبین) کے رجوع کرنے سے ڈرتے رہیں اور خود پسندی و خود بینی سے خائف رہیں، استخارہ کے بعد ان کو شغل کی تعلیم دیں اور ان کے حق میں توجہات کو مبذول رکھیں اور تمام اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں اور آخرت کی تعمیر میں کوشش کریں اور قبر و قیامت کو ہمیشہ نگاہ میں رکھیں جَآءَتِ الرَّاجِفَۃُ تَتْبَعُھَا الرَّادِفَۃُ جَآءَتِ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ (بہلی ہلا دینے والی (سورِ اسرافیل کی پہلی پھونک) آگئی جس کے متصل ہی دوسری پھونک ہے موت پوری طرح آگئی) اس مسکین کو دعائے غائبانہ سے یاد کریں اور اس کے لئے سلامتی خاتمہ کی دعا کریں۔ آپ نے سعادت آثار خواجہ عبد اللہ کے نیک کام کے لئے لکھا تھا مبارک ہے، استخارہ کریں اور اس کارِ خیر کو شروع کریں۔ والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب

مخدوم زادہ عالی تبار شیخ محمد صدیق کے نام حقائق آگاہ میرزا امان اللہ برہانپوری کے بعض احوال کے بیان میں اور حضرت (خواجہ محمد معصوم) سلمہ اللہ سبحانہٗ کی برکات سے ان کے استعدادات کی شرح میں اس سے متعلق حکمت و مصلحت کے لئے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، حقائق آگاہ میرزا امان اللہ بیگ ۱۰۵۷ھ میں شہر برہان پور سے حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ العزیز کے مزارِ مطہر کی زیارت اور اس روضہ مطہرہ کے مجاوروں کی ملاقات کے لئے کمال شوق و نیاز کے ساتھ ص ۱۱۳
پہنچ گئے تھے بعد ازاں کہ اس احقر نے یہاں (سرہند شریف) آنے کا ارادہ کیا، یکایک اپنے آپ کو ایک دوسری چیز پایا اور اس عجیب و غریب معاملہ سے حیران ہوا کہ یہ کیا ہے جو کہ وارد ہو رہا ہے اور ہر وقت ایک ایسی حقیقت ظہور کرتی ہے کہ جس کا بیان وہم و گمان میں نہیں آتا، ایک رات جبکہ میں سرائے منل میں تھا میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور میں دیکھتا ہوں کہ تمام عالم کا بوجھ آنسرور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے سر مبارک پر ہے اور آنسرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بوجھ کو حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس سرہٗ کے سر مبارک پر رکھ دیا اور حضرت عالیؒ نے تیرے

(خواجہ محمد معصوم رح کے) سر پر رکھ دیا، اُنھوں (میرزا امان اللہ بیگ) نے فقیر (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) کو مخاطب کر کے کہا کہ تو نے اُس بوجھ کو میرے سر پر رکھ دیا — اور جب وہ (مرزا موصوف) شہر سرہند میں داخل ہوئے تو کہتے تھے کہ میں جو نسبت حرمین شریفین میں پاتا تھا بعینہٖ میں نے یہاں پائی — اور نیز وہ کہتے تھے کہ میں دوشنبہ (پیر) کے دن کہ دس صفر تھی میں حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کے روضہ منورہ میں تھا خاص الخاص نسبت وہاں ظاہر ہوئی کہ یہ کمترین اس کے لکھنے اور بیان کرنے سے عاجز ہے اور وہ کسی طرح سے تحریر و بیان میں نہیں آتی اور درک و ادراک کو اس میں راہ نہیں ہے اور وہم و فہم کو اس میں گنجائش نہیں ہے الخ — اور نیز کہتے تھے کہ ایک روز میں دیکھتا ہوں کہ عظیم خیمہ قائم کیا گیا ہے اور اس کی طنابیں دُور دُور تک چلی گئی ہیں فقیر (خواجہ محمد معصوم رح) کا نام لیکر کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں شخص کا خیمہ ہے اور تمام اہلِ جہان اس خیمہ کے نیچے ہیں لیکن عوام اور خواص کے درمیان فرق یہ ہے کہ عوام طنابوں کے نیچے ہیں اور خواص عین خیمہ میں ہیں، اسی عرصہ میں صاحبِ خیمہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر رسی کے نیچے سے کھینچکر خیمہ میں داخل کر دیا اور اپنے نزدیک بٹھا لیا، اس مجلس والے حضرات مجھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور اس محفلِ عالی میں داخل ہونے کی مبارکباد دیتے ہیں، اور اسی طرح بارہا اس بزرگ (مرزا امان اللہ) نے اظہار کیا کہ آج یا کل حلقہ میں یا اس کے بغیر فلاں نسبت اور اس طرح کا فیض تجھ (خواجہ محمد معصوم رح) سے مجھے پہنچا ہے — وہ ایک روز کہتے تھے کہ مجھ کو بشارت دی گئی ہے کہ جس جنازے پر تو نماز پڑھے گا میں اس کو بخش دونگا — اور نیز کہتے تھے کہ میں ایک روز اپنی کوتاہیوں، لغزشوں، گناہوں اور نافرمانیوں کو جو کہ سرزد ہوئیں اور ہوتی رہتی ہیں یاد کر کے گریہ وزاری میں تھا اور نادم و معذرت خواہ تھا مجھ کو الہام کیا گیا کہ تیری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئی ہیں — ایک روز وہ کہتے تھے کہ میں روضہ مطہرہ میں بیٹھا ہوا تھا، میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور نہایت مہربانی سے مجھ کو فرماتے ہیں کہ میں خدائے عزّ وجل کے لئے تجھ کو دوست رکھتا ہوں اور جو شخص تجھ کو دوست رکھتا ہے وہ مجھ کو دوست رکھتا ہے یا میں اس کو دوست رکھتا ہوں، ان دو جملوں میں سے ایک فرمایا، اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میں اس (مرزا مذکور) کی غریب الوطنی و نامرادی پر اس کو دوست رکھتا ہوں — ایک روز فقیر کے پاس لکھکر بھیجا کہ اس ذرۂ بیمقدار کو تحریر و تقریر کی قوت و استعداد نہیں ہے کہ فیوض و برکات و کیفیات کے وارد ہونے کو ضبطِ تحریر و تقریر میں لا سکے اور جو کچھ ہے یا نہیں ہے حضرت سے پوشیدہ و پنہاں نہیں ہے اور چونکہ لازم ہے کہ عرضِ خدمت کرے ناچار حدِّ ادب سے قدم باہر رکھکر عرض کرتا ہے کہ اس حلقہ میں جس میں کہ ظہر کی

نماز کے بعد حافظ نے قرآن مجید پڑھا ایسی نسبت وارد ہوئی جو کہ تحریر و تقریر سے باہر ہے ایک ایسے مقام پر پہنچا کہ اُس مقام تک روح کے سوا اور کوئی نہیں پہنچا اور بدن میں حس و حرکت کا کوئی نشان نہیں ہے، یہ فقیر چاہتا ہے کہ پہنچا ہوا کوئی نشان نہیں دیکھتا ہے البتہ اس حالت کو کہ جس کو بیان کرتا ہے پاتا ہے معلوم ہوا کہ یہ قَابَ قَوْسَیْنِ کا مقام ہے یہ جسم جو تھا نہیں رہ گیا اور سیر اس کے اوپر واقع ہوئی جو کہ اَوْ اَدْنٰی کا مقام ہے، اس مقام کے احوال کو میں کسی طرح بھی بیان نہیں کر سکتا اسقدر عرض کرتا ہوں کہ اس حالت میں پھر ایک حالت حاصل ہوئی جو کہ اس سے فوقیت رکھتی تھی لیکن اسقدر نہیں جو سیر کی حالت میں واقع ہوتی ہے ایک ایسی حالت و کیفیت تھی جو کہ ادراک و وہم و فہم میں نہیں آتی' حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ الاقدس اور آنجناب (خواجہ محمد معصومؒ) جو کہ حاضر ہیں فرماتے ہیں کہ یہ مقام مقامِ محمود ہے لیکن کچھ محسوس و معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت کی طرف سے اطلاع بخشنے کی یہ کیفیت کس کیف کے ساتھ ہے اور اس حقیر پر تقصیر کا سننا جو کہ سننے والا ہے کس کیفیت کے ساتھ ہے اور جو کچھ عرض کرتا ہے کیا ہے کوشش کرتا ہے کہ پھر اس سے اوپر کا مقام ظاہر ہو جائے اور وہاں تک پہنچے اور بہت کوشش کی اور کچھ ظاہر نہیں ہوا، اس حال میں (اللہ تعالیٰ کے) فضل نے دستگیری کی اور نصف دائرہ کی شکل ظاہر ہوئی اور اس سے اوپر متصور نہیں ہوا اور تصور کرنے والے کا اور تصور کا کچھ اثر نہیں تھا تم کلامہٗ وہ کہتے تھے کہ جس وقت میں حج کے ارادہ سے اہل و عیال کے ساتھ گھر سے نکلا اور کشتی پر سوار ہوا، ایک روز آندھی آئی اور اہل کشتی کو خاص ناامیدی پیش آئی اور میں حج فوت ہو جانے کے افسوس اور غم میں تھا کہ اسی اثنا میں مجھ کو الہام کیا گیا کہ اہلِ عرفات کا حج اس سال تیرے حج کے باعث قبول ہوگا، میں خوش ہو گیا کہ مہلک گرداب سے نجات کی امید بھی حاصل ہو گئی اور حج ادا ہونے کی بشارت بھی مل گئی اور دوسری عنایت نورٌ علٰی نور ہو گئی ــــ وہ کہتے تھے کہ مکہ مکرمہ میں میں نے میر منصورؒ کی قبر کی زیارت کا ارادہ کیا، میں نے (لوگوں سے) دریافت کیا تو انھوں نے ایک بڑے مقبرے کی نشاندہی کی جب میں اس جگہ پہنچا میں نے بہت سی قبریں دیکھیں، میں حیران ہوا، میں میر (منصور) کی قبر پر پہنچا اس کے بعد معلوم ہوا کہ میر (منصور) کی قبر یہی ہے نہایت ندامت و افسوس و غم کے ساتھ میر (مذکور) ظاہر ہوئے گویا کہتے ہیں کہ اس ندامت و افسوس سے اب کوئی فائدہ نہیں ہے، میں اس کا سبب پوچھتا ہوں وہ کہتے ہیں یہی کہ اس مجلس سے یعنی میں حضرتِ عالی مجدد الف ثانی (قدس سرہٗ) کی مجلس سے جدا ہو گیا اور اس دوسری مجلس یعنی شیخ آدم بنوری قدس سرہٗ کی مجلس سے جا ملا ہوں، جب میں شیخ تاج (سنبھلیؒ) کی قبر کے نزدیک پہنچا وہ بھی ندامت و افسوس کے ساتھ ظاہر ہوئے اور کہتے تھے کہ حقیقتِ واقعی اب ظاہر ہوئی ہے لیکن کیا فائدہ، والسلام اوّلاً و آخراً۔

مکتوب ۷۱

سید علی بارہہ کے نام کمالاتِ محبت اور اس کے دقائق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قرب کے درجات میں ترقیات مرحمت فرمائے، گرامی نامہ پہنچا چونکہ دوستوں کی سلامتی (کی اطلاع) پر مشتمل تھا اس لئے شادمانی و مسرت کا باعث ہوا، آپ نے توجہ کی درخواست کی تھی، میرے مخدوم! جس جگہ محبت کا نشہ ہے وہ (خود) پوشیدہ معانی کو جذب کرلیتا ہے اور فیض پہنچانے والے کے باطن سے بقدرِ محبت فیوض اخذ کرتا ہے، توجہ کے مقام پر نگاہ رکھتا ہے اگر (مرشد کی) توجہ بھی اس محبت کے ساتھ جمع ہوجائے تو نورٌ علیٰ نور ہے اور اس معاملہ (سلوک) میں سب سے اعلیٰ چیز محبت ہے اس کے بغیر توجہ کارگر نہیں ہوتی اور یہ (محبت) توجہ کے بغیر بھی کام کرتی ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] حدیثِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے، محبت ہے کہ جس نے وجود و ایجاد کی سلسلہ جنبانی کی ہے اور پوشیدہ خزانے کو ظہور میں لائی ہے اور پوشیدہ حُسن کو بے پردہ کیا ہے، بیشک حُسن بے پردگی کا خواہاں ہے اور جمال پوشیدگی کی تاب نہیں رکھتا ع

پری رُو تابِ مستوری ندارد [پری چہرہ پوشیدگی کی طاقت نہیں رکھتا]

یہ محبت صفتِ محبوب کا مظہر ہے کیونکہ حسن نظارگی چاہتا ہے اور محبوب کو کوئی ایک محب چاہئے تاکہ اس کی صفتِ محبوبیت آشکار ہوجائے ؎

منم کاستاد را استاد کردم غلامم خواجہ را آزاد کردم

[میں ہی ہوں کہ جس نے استاد کو استاد کردیا، میں وہ غلام ہوں کہ جس نے خواجہ (مالک) کو آزاد کردیا۔]

جو محبت کہ عاشق کی صفت ہے وہ اسی محبت کا پرتو ہے جو کہ معشوق میں موجود ہے کیونکہ عاشق صفتِ کمال سے جو کچھ رکھتا ہے وہ سب اس (معشوق) کے کمالات کے ظلال ہیں پس یہی محبت کا ظہور ہے جو کہ اس آئینہ میں اس لباس کے ساتھ ظاہر ہوئی ہے ع یک نشہ دوجا ظہور کردہ [ایک ہی نشہ نے دو جگہ ظہور کیا ہے]۔ عاشق حسن کے دقائق کو جتنا زیادہ سمجھے گا اور معشوق کے جمال و کمال کی معرفت میں (جسقدر زیادہ) نگاہِ دوربین رکھتا ہوگا صفتِ عشق اس میں اسی قدر زیادہ ہوگی اور وہ اتنا ہی زیادہ والہ و شیفتہ ہوجائے گا ؎ ۱۱۵

آنرا کہ بحُسن دیدہ تیز است ایں عشق بلائے خانہ خیز است

[جس شخص کی آنکھ حُسن کیلئے تیز ہو اُس کیلئے عشق خانہ خیز آفت ہے] والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۷۲

میاں مقبول کے نام حرمین شریفین کی زیارت پر رغبت و شوق دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ آپ کی سلامتی اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے طریقے پر استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ نامۂ گرامی جو کہ آپ نے برادرم محمد عارف و صوفی پایندہ کے ہمراہ بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے شوقِ (ملاقات) کا اظہار کیا تھا فقیر کو بھی (ملاقات کا) شتاق جانیں اور حدیثِ (قدسی) اَلَا طَالَ شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰی لِقَائِیْ وَاَنَا اِلَیْہِمْ لَاَشَدُّ شَوْقًا [میں ان کی طرف البتہ زیادہ شدید شوق رکھتا ہوں] پڑھیں، اللہ تعالیٰ شعلۂ شوق کو مشتعل بنائے اور محبت کی آگ کو ملتہب کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہا کرے اور مقصدِ اعلیٰ تک پہنچائے۔ اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے] - میرے مخدوم! آپ نے بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق ظاہر کیا تھا اس کے مطالعہ نے محظوظ کیا اور شوق کو بھڑکایا، بیشک اگر کوئی مسلمان سفر کا ارادہ کرے تو ایسا ہی (متبرک) سفر ہونا چاہئے اور اگر کوئی شوق اس کو لاحق ہو تو یہی شوق ہونا چاہئے اس لئے کہ یہ سب سے اچھی جگہ ہے اور مطلوب بے نشان (محبوبِ حقیقی) کا کچھ نشان رکھتی ہے ؎

گفت معشوقے بعاشق کائے فتا تو بغربت گشتۂ بس شہرہا
پس کدامیں شہر زانہا خوشتر است گفت آں شہرے کہ دروے دلبر است

[ایک معشوق نے عاشق سے کہا: اے جوانمرد مسافرت میں تو بہت سے شہروں میں گھوما پھرا ہے
پس ان میں سب سے زیادہ اچھا کونسا شہر ہے اُس نے کہا کہ وہ شہر سب سے اچھا ہے کہ جس میں محبوب ہے]

پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَۃِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِیْ ھٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی [مسجد الحرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے] (رواہ الشیخان) آپ نے اس سفر کے بارے میں لکھا تھا کہ "اگر مصلحتِ ظاہری کے اعتبار سے اشارہ ہو جائے اور اس بارے میں توجہ باطنی میں کوشش فرمائیں (تو بہتر ہے)"۔——

میرے مخدوم! مصلحتِ ظاہری کو تو آپ ہی بہتر جانتے ہیں اور سلاطین و بیگمات کے مزاج کو آپ خوب سمجھتے ہیں ورنہ اس اعتبار سے کہ نیک کام ہے عین مصلحت ہے اور (اس بارے میں) توجہ باطنی اور استخارہ

حج کیا جانا ہے تو (اس سفر کے کرنے کی) تاکید نہیں پائی جاتی اور ممانعت بھی معلوم نہیں ہوتی۔ الغرض اگر (آپ پر حج) فرض ہو چکا ہے اور علماء آپ کے بارے میں اس کی فرضیت کا قطعی حکم لگاتے ہیں تو پوچھنے کی ۱۳۹
گنجائش نہیں ہے اور اگر اس بارے میں آپ کو توقف ہے اور علما بھی (آپ پر) اس کے قطعی طور پر فرض ہونے کا حکم نہیں لگاتے تو پھر آپ مختار ہیں مشورہ اور استخارہ کرلیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۷۳

سید ابو الخیر شاہ آبادی کے نام لطائفِ عالمِ امر کی فنا اور اُن کی بقا اور فنا و فنائے فنا کے درمیان فرق اور وحدتِ وجود کے معنی کے بیان میں اور اس بارے میں کہ توحیدِ شہودی و وجودی سالک کے وجود کی نفی ہے یا نہیں؟ اور تجلیٔ ذات و صفات کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تجلیٔ نوری ذاتِ تعالیٰ کی تجلی نہیں ہے بلکہ تجلیٔ صوری ہے جو کہ تجلیات میں سب سے نیچے درجے کی تجلی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اللہ تعالیٰ ترقیات کے دروازے کھلے رکھے، گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے شوقِ ملاقات کی بابت لکھا تھا واضح ہو امید ہے کہ اس شوق کا شعلہ مشتعل ہوگا اور طلب کا جنون پیدا کرے گا اور آفاق و انفس کی قید سے رہائی دلائے گا اور اعلیٰ مقصد تک پہنچائے گا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس سے پہلے نسبتِ محویت جو پیش آتی تھی تو میں بے اختیار گر پڑتا تھا، اب جو محویت کہ نفی و اثبات کے شغل سے پیش آتی ہے وہ تمکین کے ساتھ ہے پہلے کی طرح نہیں ہے" میرے مخدوم! محویت جس طرح سے بھی پیش آئے ایک نعمت ہے اور قیدِ ہستی سے ایک ساعت رہائی پانا بھی غنیمت ہے لیکن دوسری محویت پہلی محویت سے اولیٰ ہے وہ محض جذبے سے ہوتی ہے اور یہ ایک سلوک آمیز جذبہ ہے۔ آپ نے عالمِ امر کے لطائف کی حقیقت کے بارے میں پوچھا تھا اور لکھا تھا کہ "فنائے قلب ماسوا کے خیال کا زائل ہونا ہے دوسرے چار لطائف کی حقیقت بھی واضح ہو جائے"۔ (جواب) عالمِ امر کا معاملہ بہت ہی نازک ہے اس کی حقیقت کو علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) بہتر جانتا ہے وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا [اور تم کو بہت ہی تھوڑا علم دیا گیا ہے] جو کچھ اس کے آثار و علامات میں سے معلوم ہے (یہ فقیر) لکھتا ہے۔ آپ جان لیں کہ عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ (قلب و روح و سر و خفی و اخفیٰ) جو کہ انسان کے اجزا ہیں ان کے اصول عالمِ کبیر میں ہیں جیسا کہ عناصرِ اربعہ بھی جو کہ انسان کے اجزا ہیں عالمِ کبیر میں اصول رکھتے ہیں جو کرۂ ارضی

کرۂ مائی وکرۂ ہوائی اور کرۂ ناری ہیں اور لطائفِ خمسہ کے اصول کا ظہور عرش کے اوپر ہے جو کہ لامکانیت کے ساتھ موصوف ہے اس لئے عالمِ امر کو لامکانی کہتے ہیں اور ان کی لامکانیت آسمانوں اور زمینوں کی نسبت سے ہے اور مرتبۂ وجوب کی نسبت سے یہ لامکانیت بعین مکانیت ہے پس عالمِ امر گویا مکانی و ۱۱۷
لامکانی کے درمیان واسطہ ہے دونوں جانب سے حصہ رکھتا ہے اور (عالمِ امر کے) ان لطائفِ خمسہ میں سے ہر ایک کا کمال اور اس کی فنا و بقا اس کے بعض کمالاتِ الٰہی تک پہنچنے اور ان میں فنا حاصل کرنے کے ساتھ وابستہ ہے، فنائے قلب کا کمال تجلیٔ افعال کے ساتھ وابستہ ہے اور اُس کا ان میں فنا ہونا اور ان کے ساتھ بقا حاصل کرنا ہے، اس فنا کے حاصل ہونے کے بعد دل کو ماسوائے حق سبحانہٗ سے نسیان اس قسم کا ہو جاتا ہے کہ اگر وہ برسوں تک ماسوا کو یاد کرے تو وہ ہرگز یاد نہ آئے اور (لطیفۂ) روح کا کمال تجلیٔ صفات اور اس میں فنا و بقا کے ساتھ وابستہ ہے اور (لطیفۂ) سِرّ کو شیون کے ساتھ مناسبت ہے جو کہ صفات کے اصول ہیں۔ اور (لطیفۂ) خفی کو مرتبۂ تنزیہات و تقدیسات کے ساتھ مناسبت ہے اور (لطیفۂ) اخفیٰ کو اس مرتبہ کے ساتھ مناسبت ہے جو کہ تنزیہات سے اوپر اور مرتبۂ ذات تعالیٰ و تقدس سے بہت نیچے ہے اور ان تین قسم کے لطیفوں (سر و خفی و اخفیٰ) کا کمال ان میں سے ہر ایک کے مناسب کمالاتِ ذاتیہ تک پہنچنے کے ساتھ وابستہ اور اس معنی کے ساتھ فنا و بقا کا حاصل ہونا ہے۔ آپ نے فناء الفناء اور وحدت الوجود کے بارے میں پوچھا تھا۔ آپ جان لیں کہ فنا حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی ہستی کے باطن پر اس حد تک غالب آجانے سے عبارت ہے کہ ماسوا سے پوری طرح رہا کر دے اور اس کو بھلا دے، اگر سالک کو اپنی فنا کا علم ہے تو اس کو فنا کہتے ہیں اور اگر یہ علم بھی زائل ہو جائے اور باقی نہ رہے تو یہ فنائے فنا ہوگی۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ فنائے فنا داخلِ فنا[1] ہے کیونکہ فنا کا علم ماسوا کے علم میں داخل ہے پس اس علم کے باقی رہنے کی صورت میں ماسوا کا نسیان کلی طور پر نہیں ہوتا اور فنا حاصل نہیں ہوتی اور وحدتِ وجود صوفیۂ عالیہ کے طریق پر یہ ہے کہ ممکن کے وجود کو واجب تعالیٰ کے وجود کے ساتھ متحد دیکھے اور فرق مطلق اور مقید ہونے کے ساتھ سمجھے۔

؎ چیزیکہ مقید بود از روئے جہاں واللہ کہ ہماں زروئے اطلاق حق است

[جو چیز کہ جہان کی رو سے مقید ہے واللہ وہی اطلاق کی رو سے حق ہے]

پس اس صورت میں ممکن اور واجب تعالیٰ کے درمیان اتحاد ذاتی ہوگا اگر مغائرت ہے تو اعتباری ہے اور ہمارے طریقہ پر وحدتِ وجود اس معنی میں ہے کہ وجود اور وجود کے تابع کمالات حضرت ربِّ معبود (اللہ) تعالیٰ کا خاصہ ہیں اور ممکن کی ذات عدم ہے جو کہ کمالاتِ وجودی کے انعکاس کے ذریعہ سے اس کے آئینہ میں موجود نما ہو گئی ہے، پس ممکن اور واجب جل وعلا کے درمیان اتحاد ثابت

[1] اور جب فنا کامل طور پر متحقق ہو جاتی ہے تو فناء الفنا بھی متحقق ہو جاتی ہے۔

نہیں ہوا اس مقام کی تفصیل ہمارے حضرتِ عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کے مکتوبات ورسائل سے واضح وروشن ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "توحید فنائے فنا کے حصول کے بعد ہے یا اس کے حصول سے پہلے ہے۔" آپ جان لیں کہ توحید دو معنی میں ہے توحیدِ شہودی و توحیدِ وجودی۔ توحیدِ شہودی یہ ہے کہ سالک کا مشہود حق سبحانہ کے سوا
کوئی چیز نہ ہو اور شہودِ وحدت کا غلبہ اس طرح پر ہو جائے کہ باطن کی نگاہ میں کثرت کا کوئی نام و نشان ۱۱۸
نہ رہے اور یہ معنی فنا کا ثمرہ ہیں، اس کا فنا پر مقدم ہونا متصور نہیں ہے اور توحیدِ وجودی کہ تمام موجودات کو حق تعالیٰ وتقدس دیکھے اور ہمہ اوست کا ترانہ گانے لگے، یہ مشاہدہ اگر صورتوں کے لباس میں ہے تو اس کو تجلیٔ صُوری کہتے ہیں اور یہ تجلی فنا کرنے والی نہیں ہے، (یہ) فنا کے حاصل ہونے سے پہلے حاصل ہوتی ہے اور اگر یہ مشاہدہ معنی کے پردہ میں ہو یا صورت و معنی کے ماورا ہو اور یہ مشاہدہ سالک کے وجود کو فنا کرنے والا ہے تو اس کا حصول فنا کے ساتھ ہوگا۔ آپ نے تجلیٔ ذات و تجلیٔ صفات کے درمیان فرق دریافت کیا تھا، میرے مخدوم! تجلیٔ صفات یہ ہے کہ اپنی صفات کو صفاتِ واجبی (تعالیٰ) کے ظلال وعکوس پائے اور اس تجلی کا کمال یہ ہے کہ یہ ظلال وعکوس اپنے اصول کے ساتھ مل جائیں اور اپنے آپ کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ ہے عدمِ صرف کے ساتھ ملحق پائے، اس وقت نفس انانیت (میں میں) وسرکشی وامارگی سے پاک اور فنا سے مشرف ہو جاتا ہے۔ ع

این کارِ دولت ست کنوں تا کرا دہند (یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں)

تجلیٔ ذات کے بارے میں کیا لکھے کہ (یہ) ذوقی و وجدانی ہے صحیح طور پر بیان نہیں کی جاسکتی۔ شیخ علی محی الدین ابنِ عربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ تجلیٔ ذات متجلی لہٗ کی صورت کے بغیر نہیں ہوتی پس متجلی لہٗ حق کے آئینے میں اپنی صورت کے سوا نہیں دیکھتا اور وہ حق (سبحانہٗ) کو نہیں دیکھتا اور ممکن نہیں ہے کہ وہ اُس (حق سبحانہٗ) کو دیکھے۔ اور ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانیؒ) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہٖ نے لکھا ہے کہ "وہ تجلی (جس کو شیخ ابنِ عربی قدس سرہٗ نے تجلیٔ ذات کہا ہے) تجلیٔ ذات کی دہلیز ہے (تجلیٔ ذات نہیں ہے) تجلیٔ ذات اس کے ماوراء ہے کیونکہ یہ تجلی شیوناتِ ذات میں سے ایک شان ہے اور یہ آئینہ کہ جس میں اس نے اپنی صورت کو دیکھا ہے شیون میں سے ایک شان ہے نہ کہ ذات تعالیٰ۔ آپ نے لکھا تھا کہ "تجلیٔ ذاتی نور کے پردے میں واقع ہوتی ہے یا نہیں" آپ جان لیں کہ جو تجلی نور کے پردے میں (ظاہر) ہوتی ہے وہ تجلیٔ ذات نہیں ہے اور بعض حضرات اس تجلی کو نوری کہتے ہیں اور چونکہ دوسری مخلوقات کی طرح نور (بھی) مخلوق ہے تو چاہئے کہ اس کی تجلی (بھی) تجلیٔ صوری ہو جو کہ تجلیات میں سب سے نیچے درجہ کی تجلی ہے ذات تعالیٰ و تقدس تک کہاں پہنچتی ہے۔

کسے در صحن کاچی قلیہ جوید اضاع العمر فی طلب المحال

(جس شخص نے حلوہ کے طشت میں بھنا ہوا گوشت ڈھونڈا اس نے اپنی عمر محال چیز کی طلب میں ضائع کی)

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۷۴

محمد سعید سارنگ پوری کے نام ان کے حال کی تعبیر میں اور اس بیان میں کہ مطلوب کی یافت آفاق وانفس کے ماوراء ہے۔

۱۱۹ بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً للہ العظیم ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم اللہ تعالیٰ قرب کے مراتب میں بے اندازہ ترقیات عنایت فرمائے، آپ کے گرامی نامے اور کیفیات ومواجید واحوال کے طویل خطوط پہنچ کر مسرت بخش ہوئے ان کے مطالعہ کی فرصت نہیں ہوتی اور ان میں سے کچھ حصے کا مطالعہ کیا ہے، اگر توفیق میسر ہوئی تو بقیہ کا بھی مطالعہ کیا جائے گا۔ آپ کے طویل خطوط کئی دفعہ پہنچے ایک دفعہ پانی میں بھیگ کر آئے کچھ حصہ استفادہ کے قابل نہیں رہا تھا۔ اور یہ جو آپ نے ایام عاشورا (محرم) میں حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) کو خواب میں دیکھا اور کوئی سوال کیا تو جواب شافی نہیں پایا، پھر آپ نے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور وہی سوال کیا اور جواب شافی نہیں سنا اور جو کچھ القا کیا گیا وہ واضح نہیں ہوا، آپ نے اس فقیر سے اس کی وضاحت چاہی ہے ——

میرے مخدوم! سرور کائنات وفخر موجودات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات جو کہ رحمت عالمیان اور ہادی گمراہان ہیں اور ان کے جگر گوشہ (امام حسین رضی اللہ عنہ) کا دیکھنا جو کہ سرچشمہ ولایت ومنبع فیض وہدایت ہیں مبارک وبشارت ہے اور سوالات کے جواب اور مشکلات کے حل اور دینی ودنیاوی کاموں کی کشائش کے لئے وہی دیکھ لینا کافی ہے اور سب کے مقام کا لحاظ رکھتا ہے اور جس راستہ پر کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چلے ہیں وہ اجتباء (جذب) کا راستہ ہے جو کہ محبوبیت ذاتیہ سے تعلق رکھتا ہے اور اُن (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سلوک راہِ شریعت ہے پس جو شخص یہ چاہتا ہے کہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے راستہ پر چلے (اس کو چاہئے کہ) وہ راہِ شریعت کو مضبوطی سے پکڑ لے اور سنت کے اتباع اور بدعت سے اجتناب پر ثابت قدم رہے اور کتاب (قرآن مجید) وسنت (حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی دو شمعوں کے درمیان راہ اختیار کرے تاکہ بدعت کی تاریکیوں اور شیاطین

کی راہوں میں نہ جا پڑے۔ میرے مخدوم! جو شہود کہ سالکوں کو حاصل ہوتا ہے وہ یا آفاق کے آئینے میں ہے یا انفس کے آئینے میں، شہودِ آفاقی اہل اللہ کے نزدیک احاطۂ اعتبار سے ساقط ہے اور بزرگوں نے اس کی سیر کو سیر در بُعد کہا ہے، جو کچھ ان حضرات کے نزدیک معتبر ہے وہ شہودِ انفسی ہے اور ان حضرات نے مطلوب کی یافت کو انفس میں منحصر جانا ہے اور وہ اس سیر کو سیر در قرب کہتے ہیں، وہ کہتے ہیں ؎

ذرہ گر بس نیک ور بس بد بود　　گر چہ عمرے تگ زند در خود بود

[ذرہ خواہ بہت نیک ہو اور خواہ بہت بد ہو، اگرچہ وہ ایک عمر دوڑ دھوپ کرے پھر بھی اپنے ہی اندر رہے گا]

اور ہمارے حضرتِ عالی (مجدد) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہٖ کے نزدیک مطلوب کی یافت آفاق و انفس سے باہر ہے اس تعالیٰ شانہٗ کے لیے جس طرح آفاق کے آئینوں میں گنجائش نہیں ہے نفس کے آئینے میں بھی گنجائش نہیں ہے۔ ع

در کدام آئینہ در آید او　　[وہ کون سے آئینے میں سماتا ہے]

اس کو آفاق و انفس کے ماسوا تلاش کرنا اور دخول و خروج کے ماورا طلب کرنا چاہیے، یہ ماوراء ہونا ۱۲۰
اقربیت کے اعتبار سے ہے جیسا کہ آفاق سے ماوراء ہونا بُعد کی جانب میں ہے جو کہ وہم کی جولانگاہ ہے بلکہ شہودِ انفسی بھی وہم کی جولانگاہ ہے ان دونوں آئینوں میں مشاہدہ ہونے والی چیز وہم و خیال کی تراش سے بری نہیں ہے اس قرب و بعد سے باہر ہو جانا چاہیے اور اقربیت میں آجانا چاہیے اگرچہ عقل اس کے تصور میں حیران ہے اور عقلمند لوگ اس کی صورت گری میں عاجز و پریشان ہیں، یہ معاملہ اور شہود خیال کی تراش خراش سے باہر اور وہم کی جولانگاہ سے بالاتر ہے، وہم و خیال اس جگہ عاجز اور پروبال شکستہ ہیں، اپنے سے نزدیک تر کو نہیں پا سکتے　　اور قریب ہے کہ اس کو محال جانیں اور حالانکہ
ق ۱۶ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ [اور ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں] نصِ قرآنی ہے جو معاملہ کہ اصل سے تعلق رکھتا ہے وہ آفاق و انفس سے ماوراء اور اقربیت کے ساتھ وابستہ ہے، دائرۂ ظلال انفس تک منتہی ہوتا ہے اور محویت و فنا، نیستی و استہلاک میں سے جو کچھ کہ ظاہر ہوتا ہے عمدہ و مبارک ہے بشریت کے پہاڑ سے جس قدر بھی منہدم ہو جائے اور وجودِ بشریت سے (جس قدر بھی) گھٹ جائے بہت بڑی نعمت ہے، حق سبحانہٗ اس پہاڑ کو جڑ سے اکھاڑ دے اور اس وجودِ موہوم کو درمیان سے اٹھا دے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

مطمورۂ تن بعلم آراستہ بہ　　معمورۂ دل بہ نکتہ پیراستہ بہ
از ہستی خود ہر چہ بود کاستہ بہ　　ہر چیز زہر کہ ہست ناخواستہ بہ

[تن خانۂ تن کو علم سے آراستہ کرنا بہتر ہے، معمورۂ دل کو دانش سے سجانا بہتر ہے، اپنی ہستی سے جو کچھ ہے اس کو کم کرنا بہتر ہے جو چیز جس کی بھی ہے اس کو نہ چاہنا بہتر ہے] والسلام علیکم وعلٰی سائر من اتبع الھدٰی۔

مکتوب ۷۵

خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام آیۂ کریمہ وذروا ظاھر الاثم و باطنہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ عزوجل سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کیلئے دعا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَذَرُوا ظَاھِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَہٗ [ظاہری و باطنی گناہوں کو چھوڑ دو] ۶ ۱۲۰
حق سبحانہٗ کی نعمتیں ظاہر و باطن کو شامل ہیں پس ظاہر گناہ جو کہ ظاہر سے تعلق رکھتا ہے اور باطن گناہ جو کہ باطن سے متعلق ہے کو چھوڑ دینا چاہئے تاکہ ہر ایک (نعمت) کا شکر ادا ہو جائے اور ظاہر کی زیبائش احکامِ شرعیہ سے اور باطن کی زیب و زینت انوارِ معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور نعمت ۱۲۱
اس کے حق میں پوری ہو جاتی ہے اور نفسِ ولایت حاصل ہو جاتی ہے ثُمَّ عُومِلَ مَعَہٗ مَا عُومِلَ [پھر اس کے ساتھ جو معاملہ بھی کیا جاتا ہے کیا جاتا ہے] دوستوں سے دعائے سلامتیٔ خاتمہ کی امید کی گئی ہے نبی کریم اور آپ کی آلِ امجاد علیہ وعلٰی آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات کے طفیل ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں۔

مکتوب ۷۶

رفعت بیگ کے نام ان کے احوال کی تعریف اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے فوائد کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ مراتبِ کمال میں ترقیات عطا فرمائے، گرامی نامہ نے پہنچکر خوشوقت کیا چونکہ دوستوں کی سلامتی کی اطلاع پر مشتمل تھا مسرت افزا ہوا۔ آپ نے جو کچھ احوالِ باطن یعنی ظل سے کلی طور پر رو گردانی اور اس کے زوال و نیستی کی طرف رخ کرنے اور ظل سے اصل کی طرف مائل ہونے کی بابت لکھا تھا اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "اکثر اوقات اس عجیب کیفیت کے سرور کے باعث روح چاہتی ہے کہ قالب سے پرواز کر جائے اس وقت میں

بیخودی و بیہوشی کی ایک عجیب حالت حاصل ہوتی ہے کہ جس کی شرح بیان سے باہر ہے، اس کے مطالعہ نے محظوظ و لطف اندوز کیا، (یہ) احوال درست و معقول ہیں اور حقیقتِ فنا کے حاصل ہونے کی بشارت دینے والے ہیں، اس نعمت کا جو درجہ بھی میسر ہو جائے مبارک ہے، اس نسبت کی نگہداشت میں سعی فرمائیں اور اس کی کیفیت کے زیادہ ہونے میں جان و دل سے کوشش کریں، کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ کا تکرار بہت کریں کہ (یہ) باطن کو منور کرنے میں بڑا اثر رکھتا ہے اور اس نسبت کے حصول اور اس کی کیفیت کو بڑھانے میں پورا دخل رکھتا ہے، اس (کلمۂ طیبہ) کا پہلا جزو (یعنی لا الہ) حق جل وعلا کے ماسوا کی نفی کرتا ہے اور وجودِ بشریت کے پہاڑوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے اور اس کا دوسرا جزو (یعنی الا اللہ) معبودِ برحق کا اثبات کرتا ہے جو کہ سیر و سلوک کا حاصل اور فنا و بقا کے حصول کا ذریعہ ہے اس کے برابر کوئی آرزو نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی گوشہ میں تنہا ہو اور وہ اس مبارک کلمہ سے تر زبان رہے اور اس کے اسرار کے سمندروں سے سیراب و شاداب ہوتا رہے، مطلوب کی کھڑکی کھلی ہوئی ہے اور مقصود کی طرف راستہ ظاہر ہو گیا ہے امیدوار رہیں والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۳

خواجہ محمد حنیف کابلی کے نام عمرِ رفتہ پر افسوس کے اظہار میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے ۱۲۲
لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔

میرے مخدوم! عمر کا بہترین حصہ ہوا و ہوس میں گذر گیا اور لایعنی (امور) میں صرف ہو گیا اور عمر کے سب سے گھٹیا حصہ میں کیا ہو سکے گا اور وہ کیا اعتبار رکھتا ہوگا کہ دشمن (نفس) کے ضعف کا وقت ہے، دشمن کے غلبہ کے وقت میں تھوڑی سی کوشش و تردد بھی بہت اعتبار رکھتا ہے اور دشمن کی کمزوری کے زمانے میں بہت سی کوشش بھی کچھ زیادہ اعتبار نہیں رکھتی۔ افسوس کہ عمر آخر تک پہنچ گئی اور عمر کے بہت گھٹیا حصہ میں بہترین حصہ کے مانند کوئی چیز حاصل نہیں ہوئی اور غفلت و بیکاری میں گذر گئی اس لئے (یہ فقیر) دوستوں سے توجہ کی درخواست کرتا اور حسنِ خاتمہ کی دعا کی التماس کرتا ہے، ایک مدت ہو گئی ہے کہ آپ نے اپنے اور اپنے دوستوں کے احوال و کیفیات نہیں لکھے ہیں یہ لکھنا غائبانہ توجہ کا سبب ہوتا ہے اور گفتگو کا دروازہ کھولتا ہے، ترقیات کے دروازے ہمیشہ کشادہ رہیں۔

مکتوب ۷۸

خان محمد بیگ کولابی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ اس حریم علیا سے نصیب عجز و عدم یافت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ اپنی خوشنودیوں کے حصول سے مشرف فرمائے۔ آپ کا مکتوب مرغوب پہنچا مسرت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "(یہ فقیر) ایک امر کی نگہداشت رکھتا ہے اور نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز ہے اور اس کو معلوم نہیں کر سکتا اور جسقدر کوشش کرتا ہے کچھ حاصل نہیں ہوتا"۔ میرے مخدوم! سعادت کا سرمایہ یہی نگہداشت ہے کہ جب غالب آجاتی ہے ما سوا سے پوری طرح رہائی دلا دیتی ہے اور فنا کی سرحد تک پہنچا دیتی ہے جو کچھ اس شخص سے ہو سکتا ہے یہی ہے کہ اپنے آپ کو مٹا دے اور اپنا کوئی نام و نشان نہ چھوڑے اس کی کنہ کو کس نے پایا ہے؟ سب سرگشتہ و حیران ہیں ؎

دُور بینانِ بارگاہِ الست بیش ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

[بارگاہِ الست کے دُور تک دیکھنے والے حضرات اس سے زیادہ پتہ نہیں لگا سکے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہے]

آپ کوشش کرتے رہیں کہ اس سے کچھ حاصل ہو جائے، مشکل کام ہے ؎

عنقا شکارِ کس نشود دام باز چیں کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

[عنقا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اٹھالے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال لگانا ایسا ہی جیسا کہ ہوا کو ہاتھ میں لینا یعنی اس کو بارگاہِ عالی سے عجز و ناامیدی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے اور سوز و گداز کے علاوہ اور کچھ کام نہیں ہے ؎

عاشقاں را نصیب از معشوق جز خرابی و جاں گدازی نیست

[عاشقوں کو معشوق سے سوائے خرابی اور جان کو گھلانے کے اور کچھ نصیب نہیں ہے]

بہر حال اپنے کام میں سرگرم رہیں اور عدم یافت کے باعث طلب سے باز نہ رہیں، ہم سے اور آپ سے اس دنیا میں یہی طلب مطلوب ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ [اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے] یافت (پانا) کا وعدہ کل (قیامت) کیلئے ہے مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۝ [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا رکھتا ہے تو (جان لے کہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کی امید کی گئی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً

۱۲۳ ع ۵۱ / ۵۶

۲۰ ع ۲۹ / ۵

مکتوب ۷۹

ملا فیض محمد فتح آبادی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور مقامِ شرحِ صدر اور مقامِ قبض و بسط کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمد اللہ علیٰ افضالہ و نصلی علیٰ سیدنا محمد و آلہ۔ مکتوب مرغوب جو کہ دُوری کے رنج و غم کے اظہار کی خبر دینے والا اور فراق کے درد و سوز کی اطلاع دینے والا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، دنیا جدائی کی جگہ ہے ملاقات کا مقام آگے ہے مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَاءَ اللہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللہِ لَاٰتٍ[1] [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے تو (جان لے کہ) بلا شبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی کرنے والوں کی ملاقات اُس تعالیٰ شانہٗ کی ملاقات کی فرع ہے، ع ۲۹/۵

طفیلِ دوست باشد ہر چہ باشد [جو کچھ ہوتا ہے دوست کے طفیل ہی ہوتا ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ "ایک روز فجر کے حلقہ میں مراقبہ میں دیکھتا ہوں کہ سینہ دروازے کی مانند ہو گیا ہے عجیب انشراح و نورانیت ظاہر ہوئی گویا کوئی شخص کہتا ہے کہ شرح صدر یہی ہے اور اس خوشخبری کی بشارت دیکر وہ غائب ہو گیا" میرے مخدوم! شرحِ صدر ایک بڑا مقام اور بلند مرتبہ ہے اس کے حصول کی بشارت مبارک ہو لیکن اس معنی (حالت) کی ایک علامت ہے اس علامت کو اپنے اندر اچھی طرح غور کرنا چاہیے، رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے[2] "نور جب سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ (سینہ) کشادہ ہو جاتا ہے، پس آپ سے کہا گیا کہ کیا اس کے لئے کوئی علامت ہے تو آپ نے فرمایا (اس کی علامت) دارِ غرور (دنیا) سے کنارہ کشی اور دارِ قرار (آخرت) کیلئے تیاری کرنا ہے۔

یہ شرحِ صدر کمالاتِ ولایتِ کبریٰ کے حصول پر مترتب ہوتا ہے (نفسِ) مطمئنہ اسوقت اپنے مقام سے عروج کر کے تختِ صدر (سینہ) پر ترقی فرماتا ہے اور اس جگہ سلطنت کا قرار پیدا کر لیتا ہے اور ممالکِ قرب پر غلبہ پا لیتا ہے اور یہ جو دوسرے روز آپ نے صبح کے حلقہ میں آنکھ بند کرتے ہی بیداری میں

---

[1] ۲۹/۵ [2] عن ابن مسعودؓ قال تلا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فمن یرد اللہ ان یشرح صدرہ للاسلام فقال ان النور اذا دخل الصدر انفسح فقیل یا رسول اللہ ھل لتلک من علم یعرف بہ قال نعم التجافی من دار الغرور والانابۃ الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزولہ رواہ البیہقی مشکوٰۃ

دیکھا کہ کھانے کے دو طشت ہیں ایک سفید رنگ کا دوسرا سبز رنگ کا ہے، اور اسی مجلس میں پھر اسی طرح دیکھا، اس کے بعد آپ نے معلوم کیا کہ یہ دو عطیے ہیں جو کہ سرورِ انبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات
۱۴۷ کی جانب سے آپ کو پہنچے ہیں اور ابھی تک دوسرا کوئی شخص اس قسم کی عنایت سے ممتاز نہیں ہوا ہے، بہت اعلیٰ ہے، امیدوار رہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے مخصوص کمالات سے بہرہ مند ہوں گے اور ان کی پس خوردہ نعمتِ خاصہ سے حصہ پائیں گے جو کہ آپ کے ہمعصروں میں سے کسی دوسرے نے نہیں پایا ہے۔ اور تیسرے حال میں کہ ایک بلند دیوار سے آپ (نماز کی) جماعت کو پانے کے لئے بے چینی سے محنت کے ساتھ نیچے آئے ہیں اور نماز کی تیاری میں مشغول ہوئے ہیں، ہو سکتا ہے کہ آپ نے عروج سے نزول کی طرف رخ کیا ہو اور سکر و استہلاک سے صحو و بندگی میں آئے ہوں اور وحدت سے کثرت میں اتر آئے ہوں اور دعوت سے کچھ حصہ پایا ہو۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس سے پہلے کبھی قبض ہو جاتا تھا اور کبھی بسط، اور اب قبض بالکل جاتا رہا ہے اور بسط سے متصل ہے (راقم) نہیں جانتا کہ سابقہ حالت جو کہ قبض و بسط پر مشتمل تھی بہتر تھی یا یہ حالت جو کہ خالص بسط ہے" میرے مخدوم! قبض کو کون چاہتا ہے لوگ بسط کے آرزو مند ہیں مگر قبض ترقی بخشنے والا ہے لیکن یہ قبض و بسط دوسری چیز ہے جو کہ قوم (صوفیہ) کی اصطلاح میں آتا ہے، بتدیوں کو جو کہ اربابِ قلوب ہیں حاصل ہوتا ہے اور قلب کی تلوینات میں سے ہے جو شخص کہ تلوین سے گذر کر تمکین سے جا ملا ہے وہ قبض و بسط سے رہائی پا چکا ہے جو کچھ پیش آتا ہے وہ قبض و بسط کی صورت ہے اور (ان میں) نام کی مشارکت پائی جاتی ہے، اس کے حال کے مناسب خوف و رجا ہے وَالْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ[ا] [ایمان خوف و رجا کے درمیان ہے] والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۸۰

ملا فاضل کابلی کے نام ان کے احوال کی تعریف اور بلندیٔ ہمت پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوبِ مرغوب جو کہ شوق و ذوق کے احوال پر مشتمل تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا اس کے مطالعہ نے باطنی لذات بخشیں، عمدہ اور اعلیٰ چیزیں ہیں، جو کچھ بیداری میں پیش آیا ہے وہ آپ کی ملکیت اور بہت بڑی نعمت ہے اس کا شکر بجا لائیں۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ [اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا] اور جو چیز کہ احوال

له یہ حدیث شریف مشکوٰۃ کتاب الایمان میں ہے۔

اور خوابوں میں سے ہے وہ بھی عمدہ ہے کہ بشارت ہے سالکوں کو مہینوں اور زمانوں کے گذرنے پر اس قسم کے امور و احوال پیش آتے ہیں لیکن ابتدا میں یہ سب واردات ہیں اور ہر روز عجائبات کا ایک نیا دن ہے؎

ہر دم ازیں باغ برے می رسد تازہ تر از تازہ ترے می رسد

[ہر وقت اس باغ سے ایک پھل پہنچتا ہے، تازہ تر سے بھی تازہ تر پہنچتا ہے] ۱۲۵

اپنے کام میں سرگرم رہیں اور ہمت کو بلند رکھیں اور احدیتِ ذات کے طالب رہیں اور صفت سے ذات کی طرف مائل ہوں اور بلندی سے پستی کی طرف نہ جائیں اور ظاہری اعمال کی ادائیگی میں کوشاں رہیں کہ یہ باطنی ترقیات کا باعث اور درجاتِ اُخروی کے بلند ہونے کا سبب ہیں، اس تھوڑی سی فرصت میں سفرِ بعید کا زادِ راہ مہیا کریں اور برزخ صغریٰ و کبریٰ (قبر و قیامت) کا سامان تیار کریں۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ [اور ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے آگے کیا بھیجا ہے] دوستوں کو سلامتیٔ ایمان کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۸۱

شیخ امان اللہ پسر شیخ حمید بنگالی کے نام بعض دوستوں کے احوال اور حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ بسجانہ بسرہ کے روضۂ منورہ کے مناقب فضائل کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً اللہ العظیم ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم۔ اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے درجے تک پہنچائے، گرامی نامہ جو کہ آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچا مسرت بخش ہوا، چاہئے کہ اسی طرح ظاہری و باطنی احوال لکھتے رہیں کہ (یہ) غائبانہ توجہ کا سبب ہے، آپ نے شوقِ ملاقات کا اظہار کیا تھا اس جانب کے دوستوں کو بھی مشتاق جانیں بلکہ حدیث شریف وَاَنَا اِلَیْھِمْ لَاَشَدُّ شَوْقًا [اور میں ان کی طرف البتہ زیادہ شوق رکھتا ہوں] پڑھیں۔ فضائل پناہ میر محمد عارف و شیخ عبد المقتدر اور دوسرے دوست چند روز یہاں تشریف فرما رہے اور فقرا کی قیام گاہوں کو منور کیا اور روضۂ منورۂ حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ بسجانہ بسرہ العزیز کے فیوض و برکات سے مستفید و بہرہ مند ہوئے اور اس بلند بارگاہ کے کمالات کے ساتھ کچھ ایمان حاصل کیا، بیشک آج طالبانِ حق جل و علا کی چشمِ امید اس مزار پُر انوار پر لگی ہوئی ہے اور اس ملک میں علوم و اسرار کے فیض کا جاری ہونا اس سرزمین سے وابستہ ہے اور خطۂ سرہند اگرچہ بظاہر ہندوستان سے ہے لیکن

جنّت کا باغ اور ولایت کی کھڑکی ہے بلکہ رشکِ ولایت ہے، اس جگہ میں ولایتِ سہ گانہ (صغریٰ وکبریٰ وعلیا) کا ہدف ہے اور نبوت و وراثت کے کمالات اس جگہ میں جلوہ گر ہیں، خلت و محبت کے اسرار اس مقام میں نمایاں ہیں اور کعبۂ حسناء کے انوار اس سرزمین میں ظاہر ہیں، اس کی طینت کا خمیر مدینۂ طیبہ کی خاک سے ہے، کہاں تک اس بقعہ کی خوبیاں بیان کرے اور اس کی نفاستوں کو واضح کرے کہ اہلِ بصیرت ۱۲۶
طالبان پر مخفی اور نگاہِ دوربین پر پوشیدہ نہیں ہے، یہاں وہ موتی ہاتھ آتا ہے جو کہ دوسری جگہوں میں کمیاب ہے اور اس کے بکثرت فوائد جہان میں ممتاز ہیں ؎

گر شنود قصۂ ایں بوستاں مکہ شود طائفِ ہندوستاں

[اگر مکۂ معظمہ اس باغ کا تذکرہ سن لے تو وہ ہندوستان کا طواف کرنے والا ہو جائے۔]

جس جگہ کہ نور و برکت و رشد و ہدایت ہے وہ سب یثرب (مدینۂ طیبہ) و بطحا (مکۂ معظمہ) زادھما اللہ سبحانہ عزًّا وشرفًا وافاض علینا من اسرارھما کرمًا ولطفًا کے انوار سے ماخوذ و مستفاد ہے، دوستوں کو دعائے خیر سے یاد کرتے رہیں اور اس درویش دلریش کو غائبانہ توجہ سے فارغ نہ جانیں والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۸۲

تیمور بیگ کولابی کے نام سلطانِ ذکر کے بیان اور عدمیت اور جو معاملہ کہ اس کے اوپر ہے اس کے حصول اور ارادوں کی نفی کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ جو خط آپ نے ازراہِ محبت ارسال کیا تھا پہنچا، اس نے خوش وقت کیا، آپ نے اپنے احوال میں سے جو کچھ لکھا تھا عمدہ ہے، ذکر کے وقت جو تمام اعضا حرکت میں آتے ہیں (یہ) سلطانِ ذکر سے ہے اور حلقۂ سکوت میں جو آپ اپنا کوئی اثر نہیں دیکھتے اور خود کو عدمِ محض پاتے ہیں (یہ حال) فنا کی خبر دینے والا ہے یا فنا کی تمہید ہے۔ ایک بزرگ نے کہا ہے اَشْتَہِیْ عَدَمًا لَا اَعُوْدُ اَبَدًا (میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ ہرگز اپنے آپ میں عود نہ کروں) اپنے کام میں مشغول رہیں اور ترقی کے طالب ہوں اور ذکر سے مذکور میں آجائیں اور عدم سے فنائے حقیقی کی طرف مائل ہوں تاکہ معرفت کی طرف راستہ پائیں اور ظل سے اصل کی طرف دوڑیں، کلمۂ نفی و اثبات کا تکرار اسقدر کریں کہ اپنے ارادوں سے پوری طرح باہر ہو جائیں اور حق جل وعلا کے ارادے کے ساتھ قائم ہو جائیں۔

اگر مرادِ تو اے دوست نامرادیٔ ماست
مرادِ خویش دگر بار من نخواہم خواست

[اے دوست اگر تیری مراد ہمارا نامراد ہونا ہے تو پھر میں اپنی مراد نہیں چاہوں گا]

دیگر یہ کہ جو تعداد برادرم حاجی محمد عاشور نے آپ کو لکھی ہے اس کے مطابق عمل کریں اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر استقامت اور مشائخ کی محبت پر پختگی کی شرط کے ساتھ ہماری جانب سے سفارت کے طور پر اُن (اپنے دوستوں) کو طریقہ بتائیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

۱۲۷ مکتوب ۸۳

خواجہ بادشاہ بلخی کے نام اہلِ دنیا کی بیوفائی کے متعلق اور اوقات کو معمور رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ جو گرامی نامہ آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور (ہم) فقرا کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔ آپ نے دوستوں کی شکایت کا اظہار کیا تھا — میرے مخدوم! اہلِ دنیا بے وفائی کے ساتھ مشہور ہیں ان کی دوستی پر کوئی بھروسہ نہیں ہے سب کو حق جل و علا کی طرف سے جاننا چاہیے اور اس تعالیٰ شانہٗ کی تقدیر و ارادہ کا ظہور تصور کرنا چاہیے، جو کچھ حاصل ہوا ہے اس کا شکر بجا لائیں اور مزید کے امیدوار رہیں: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ [اگر تم شکر ادا کرو گے تو ضرور میں تم کو اور زیادہ دوں گا] اے شفقت آثار! آدمی کو عیش اور ناز و نعمت کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے اور مال کا جمع کرنا اس سے مطلب نہیں کیا گیا ہے، اس کی پیدائش سے مقصود اعمالِ بندگی کا بجا لانا ہے، کمرِ ہمت کو مولائے حقیقی کی بارگاہ میں چُست باندھیں اور اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ معمور رکھیں تاکہ معرفت کی کھڑکی باطن میں کھُل جائے اور ابدی سعادت و دائمی مملکت ہاتھ آ جائے، و بدونہٖ خرط القتاد [اس کے علاوہ بیفائدہ رنج اٹھانا ہے] آپ کو ظاہری و باطنی نعمت حاصل ہو۔

مکتوب ۸۴

سید محمد بیگ بلخی کے نام عبادت اور تحصیلِ فنا کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ شریعتِ منورہ و سنتِ مصطفےٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات و البرکات العلیٰ کے

طریقے پر استقامت مرحمت فرمائے۔ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ بادشاہی مطالبہ سے نجات حاصل ہوگئی، امیدوار رہیں کہ قرض سے بھی سبکدوشی حاصل ہوجائے: اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ[1] [اے اللہ مجھ کو حرام (رزق) سے حلال رزق کیساتھ کفایت کر اور اپنے فضل کے ساتھ مجھ کو اپنے غیر سے بے نیاز کردے] اس دعا کو قرض سے سبکدوشی کے لئے اکثر اوقات تضرع کے ساتھ پڑھتے رہیں، بہترین اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ معمور رکھیں اور طاعات و عبادات میں راغب رہیں اور رات کے آخری حصہ کی بیداری کو اہم امور میں سے سمجھیں اور کلمۂ طیبہ کے تکرار سے ۱۲۸ اپنے ارادوں اور مقاصد کی نفی کریں تاکہ وسعتِ سینہ میں حق جل وعلا کے ماسوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے اور وجودِ بشریت کی نفی میں کوشش کریں اور اپنے آپ سے تعلقات کی نفی کریں تاکہ عدم صرف کے ساتھ جا ملیں اور فنائے اکمل کے ساتھ متصف ہوجائیں، ع

این کارِ دولت است کنوں تاکرا دہند [نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں] والسلام

مکتوب ۸۵

میرزا محمد زماں پسر عنایت خاں کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہری پریشانیاں باطنی ترقیات کا سبب ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ تعالیٰ اپنے ماسوا کی غلامی سے آزاد کردے جو مکتوب شریف آپ نے برادرِ گرامی شیخ نور محمد کے ہاتھ بھیجا تھا وہ پہنچکر دل کو مسرت بخشنے والا ہوا۔ میرے مخدوم! دنیوی حوادث اور پریشانیاں آخرت کی ترقیات و عروجات کا سبب ہیں، ظاہر کا تنزل باطن کو ترقی بخشنے والا ہے اور ظاہر کی پژمردگی باطنی تر و تازگی کا وسیلہ ہے، آپ اہلِ حقیقت میں سے ہوجائیں اور پوست سے مغز کی طرف آئیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں، کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے ز وجودِ خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی (بے خبر) ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے]

چونکہ آدمی کی سعادت حق جل وعلا کی یاد میں ہے اور بے سعادتی غفلت میں ہے اس لئے ذکر و فکر کی طرف راغب رہیں اور کمرِ ہمت کو مولائے حقیقی جلت عظمتہ کی بارگاہ میں چست باندھیں اور اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار کے ساتھ روشن رکھیں اور ذکر پر اسقدر ہمیشگی کریں کہ ذکر و حضورِ دل کا ملکہ ہوجائے اور ماسوا سے پوری طرح قطعِ تعلق حاصل ہوجائے اور ماسوا سے اس کا علمی و حُبّی تعلق ٹوٹ جائے۔

---

[1] رواہ الترمذی والحاکم عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکتوب ۸۶

میرزا محمد رضا پسر رعایت خاں کے نام محبت شیخ پر ترغیب دینے اور یاد کرد و یادداشت کے معنی کی طرف اشارہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ ؎

ہر چہ جز عشق خدائے احسن ست   گر شکر خوردن بود جاں کندن ست

[خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے   اگرچہ شکر (مٹھائی) کا کھانا ہی کیوں نہ ہو وہ بھی جان کو ہلاک کرنا (زہر قاتل) ہے]

میرے مخدوم! حق جلّ وعلا کے ماسوا کی گرفتاری قلبی امراض میں سب سے شدید مرض ہے اس کے ازالہ کی فکر نہایت اہم کاموں میں سے ہے ؏

۱۲۹ در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

[اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف (ہی) کافی ہے]

اور اس شدید مرض کا ازالہ اس تھوڑی سی مہلت میں ذکرِ کثیر سے وابستہ ہے اور اس راستہ میں پیر کی محبت پر کامل یکجہتی بھی ناگزیر ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ فنا فی الشیخ فنا فی اللہ کی تمہید ہے ؎

زاں روئے کہ چشمِ تست احول   معبودِ تو پیرِ تست اوّل ......

[اس لحاظ سے کہ تیری آنکھ بھینگی ہے (اے احول) تیرا پہلا معبود تیرا پیر ہے]

آپ بکثرت ذکر میں مشغول رہیں اور دوامِ حضور کے ساتھ فنائیت کے وصف سے موصوف ہوں، حق سبحانہ کی جانب سے اس شخص پر دائمی فیض ہے کہ اگر ایک ساعت وہ فیض منقطع ہو جائے تو اس (شخص) کا کوئی نشان نہ رہے پس اس شخص پر بھی لازم ہے کہ تمام چیزوں سے منہ موڑ کر ذکر کی ہمیشگی کے ساتھ اس بارگاہِ قدس کی طرف متوجہ ہو جائے اور یہ مقصد ابتدا میں تکلف کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اور اس کو یاد کرد کہتے ہیں اور زمانہ دراز گذرنے پر ذکر و حضورِ دل کا ملکہ اور اس کی صفتِ لازمہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت ہے کہ نفی کرنے سے بھی نفی نہیں ہوتی اور اس حالت کو یادداشت کہتے ہیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۸۷

رعایت خاں کے نام قضا پر راضی رہنے کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ حوادث کا رجوع کرنا اس سبحانہ وتعالیٰ کے ارادہ سے ہے نہ کہ عقلِ فعال سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد وصلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقرار کے احوال واطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی وعافیت اور شریعتِ عالیہ وسنتِ منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر آپ کی استقامت اور آپ کے ظاہری و باطنی درجات کی ترقی کے لئے دعا کی گئی ہے، نامہ گرامی نے مشرف کیا، آپ نے درد وغم وآلام کی بابت جو کچھ برادرِ دینی شیخ نور محمد کی زبانی کہلوایا تھا سب واضح ہوا اور دوستوں کی غمگینی کا باعث ہوا۔

اے اشفاق پناہ جو کچھ بندہ پر گذرتا ہے وہ سب تقدیر وارادۂ ازلی سے ہے آیۂ کریمہ مَآ اَصَابَ مِنْ
پ ۲۷ ع ۲۲ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا [کوئی مصیبت دنیا میں یا تمہاری جانوں میں نہیں آتی مگر یہ کہ وہ کتاب (لوحِ محفوظ) میں لکھی ہوئی ہوتی ہے قبل اس کے کہ ہم اس کو دنیا میں پیدا کریں] اس معنی پر دلالت کرتی ہے، رضا وتسلیم کے سوا چارہ وتدبیر نہیں ہے چونکہ (یہ سب) محبوب کا فعل ہے (اس لئے) محب کو چاہئے کہ اس سے لذت حاصل کرے اور خندہ پیشانی سے پیش آئے اور اس ضمن میں اس تعالیٰ شانہٗ کے الطاف وعنایات کا منتظر رہے۔ فقیر کو دعا وتوجہ سے فارغ نہ جانیں اور جو کچھ دوستی کے لوازم سے ہے اس سے غافل تصور نہ فرمائیں، کشائشِ کار کے منتظر رہیں اور
ص ۱۳۰ رحیم کارساز کی رحمت کے امیدوار رہیں اور اوقات کو ذکر وفکر سے معمور رکھیں اور قبر وقیامت کے لئے زادِ راہ تیار کریں، جو ساعت کہ گذر جاتی ہے کچھ عمر کم ہو جاتی ہے اور موت نزدیک ہو جاتی ہے، اس تھوڑی فرصت میں ذکرِ کثیر میں مشغول ہونا چاہئے اور مولائے حقیقی جلّت عظمتہٗ کو راضی کرنا چاہئے اور اس کی معرفت حاصل کرنی چاہئے کہ (یہی) اس عالمِ فانی میں مطلوب ہے۔

(آپ کے) مکتوب شریف میں درج تھا "از رفتارِ فلک واژگونِ ناہنجار" [بدذات اوندھے آسمان کی رفتار سے]۔ اے شفقت آثار خالقِ خیر وشر بلا واسطہ حق تعالیٰ ہے اور تمام حوادث اس سبحانہٗ کی قضا وقدر سے ہیں، آسمان اور غیرِ آسمان کو یہاں دخل نہیں ہے، حکمار کا مذہب ہے کہ روزمرہ کے حوادث کو عقلِ فعّال کی طرف کہ جس کو وہ عقلِ فلکِ نہم کہتے ہیں منسوب کرتے ہیں اور اہلِ اسلام عقلِ فعّال کے قائل نہیں ہیں اور ایسا کہنے والوں کو گمراہ کہتے ہیں، آسمان جو کہ اپنے کام میں حیران سرگردان ہے اس کی کیا حیثیت ہے کہ حوادث اس کی طرف یا اس کی عقل اور اس کی حرکات کی طرف منسوب ہوں، والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۸۸

مُلّا عطاء اللہ سورتی کے نام سلوک کے بعض درجات کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نیتِ صالحہ کے ساتھ حلال روزی کمانا ذکر میں داخل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے خطوط پے در پے پہنچ کر مسرت بخش ہوئے، آپ عافیت سے رہیں اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقے پر قائم رہیں کثرت سے وحدت میں آئیں اور فرق سے جمع اور جمع سے جمع الجمع کی طرف مائل ہوں اور ظل سے اصل کی طرف دوڑیں اور صفت سے موصوف کی طرف جائیں۔ طالبین ظل سے اصل تک پہنچتے ہیں اور مشتاقین کلام سے متکلم کا پتہ لگاتے ہیں ؎

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشتن تا بر لبِ او بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہونا چاہتا ہوں تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لبوں کو بوسہ دے لوں]

افسوس ہے کہ ان تمام مُوصل (محبوب تک پہنچانے والے) طریقوں اور کشادہ راستوں کے باوجود یہ شخص محجوب و محروم ہوا اور قرب و معرفت کی نعمت سے دور و متنفر ہو ؎

در جہاں شاہدے و ما فارغ در قدح جرعۂ و ما ہشیار

[دنیا میں ایک شاہد (معشوق) ہے اور ہم بے پرواہ ہیں، پیالہ میں کچھ شراب ہے اور ہم ہشیار ہیں]

آپ نے لکھا تھا کہ اہل و عیال (کے نفقہ) کی بے اطمینانی کے باعث قرآنِ مجید کی کتابت میں مشغول رہتا ہوں اور خواہش یہ ہے کہ تمام تعلقات کو ترک کر دوں اور ان چند سانسوں کو ذکر میں صرف کروں، (آپ کے) حکم کا منتظر ہوں۔ میرے مخدوم! اہل و عیال کا نفقہ واجبات میں سے ہے اس کا فکر بھی ناگزیر ہے حلال روزی ص ۱۳۱ بھی کمائیں اور باقی اوقات میں ذکر و فکر میں مشغول رہیں بلکہ یہ روزی کمانا بھی اس نیتِ صالحہ کے ساتھ ذکر میں داخل ہو جاتا ہے، قاضی جعفر اور دو دوسرے دوست جو کہ طریقہ سیکھنا چاہتے ہیں ان تینوں عزیزوں کو طریقہ بتا دیں اور توجہ دیں اور نصیحت کریں، شیخ نور محمد وہاں پہنچنے کی صورت میں اگر ان تینوں عزیزوں کو طریقہ بتائیں تو گنجائش ہے اور آپ کو اختیار ہے کہ خود طریقہ بتائیں یا شیخ مذکور کی طرف رجوع کرائیں۔ جو شجرے آپ لکھ کر بھیجتے ہیں وہ پہنچتے ہیں اور کام میں آتے ہیں۔

والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۸۹

ایک صالحہ عورت کے نام جو کہ اہلِ حقوق میں سے ہے نصیحتوں اور اس کے حال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عفت پناہ عصمت دستگاہ مشفقہ محترمہ بیگم جیو سلمہا اللہ تعالیٰ اس مسکین کی جانب سے سلام عافیت انجام پڑھیں (یہاں کے) احوال بہ طور ذوالجلال (اللہ تعالیٰ) کی حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ وہ عفیفہ مشفقہ (آپ) بھی سلامتی اور جمعیت کے ساتھ ہوں گی اور شریعتِ عالیہ اور سنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم ہوں گی اور صورت سے حقیقت تک آئیں گی اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں گی، کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے ز وجودِ خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی (بے خبر) ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے]

آپ کے التفات نامہ گرامی نے جو کہ آپ نے برادرِ دینی شیخ نور محمد کے ہمراہ ارسال کیا تھا مشرف کیا اور مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور (ہم) دور افتادہ فقراء کی یاد سے فارغ نہیں ہیں امید ہے کہ اس ناکارہ کو اسی طرح اپنے ضمیر مہر تنویر کے گوشے میں راہ دیتی رہیں گی اور سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کے ساتھ یاد فرماتی رہیں گی اور اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ اس حد تک معمور رکھیں گی کہ دل کو ماسوا سے کلی قطع تعلق حاصل ہو جائے اور اس کا علمی و حبی تعلق اس (ماسوائے حق) سے ٹوٹ جائے اور کلمۂ طیبہ کے تکرار کے ساتھ وجودِ بشریت کی نفی کرتی رہیں گی اور اپنے آپ سے تعلقات سلب کریں گی یہاں تک کہ عدمِ محض کے ساتھ جا ملیں اور حقیقی فنا تک پہنچ جائیں ؎

از تست حجابِ تو یقین است شرطِ ہمہ رہروان ہمیں است

[یقینی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھی سے ہے، تمام راستہ چلنے والوں کی شرط یہی ہے]

سرائے منغوہ[1] کے حادثہ کی بابت جو (آپ کی طرف سے) لکھا گیا تھا واضح ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ مع متعلقین اس واقعہ سے سلامت رہیں اور کسی شخص کو کوئی گزند نہیں پہنچی، اور یہ جو آپ نے حال میں ۱۳۲
دیکھا ہے کہ "حضرت خواجہ بزرگ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور اس وجہ سے کہ آپ افرنگیوں کے قلعہ میں پڑی ہوئی ہیں اور قلعہ کے دروازے کو آپ پر بند کر دیا گیا ہے آپ گریہ و زاری

---

[1] یہ کسی جگہ کا نام ہوگا۔ مترجم

کرتی ہیں، حضرت خواجہؒ نے فرمایا تم کیوں روتی ہو میں آگیا ہوں تاکہ تمہیں ان فرنگیوں سے آزاد کردوں، انھوں (حضرت خواجہ قدس سرہٗ) نے دروازہ کھولا اور کہا "تم جہاں چاہو چلی جاؤ"۔ یہ آفاقی و انفسی دشمنوں کے شر سے رہائی پانے کے بارے میں بشارت ہے چنانچہ حضرت خواجہ بزرگ کے قدوم کی برکت سے آپ مفسدوں کے شر سے محفوظ رہیں، امید ہے کہ اُن کے انفاسِ نفیس کی برکت سے انفسی دشمنوں سے بھی رہائی پالیں گی اور اُن (انفسی دشمنوں) کی مزاحمت کے بغیر ترقیات حاصل کریں گی اور مراتب قرب تک پہنچ جائیں گی ـــ آپ نے لکھا تھا کہ "الحمد للہ آپ سابقہ غفلتوں سے قدرے حضور میں آگئی ہیں اور دو حصہ غفلت دور ہوگئی اور ایک حصہ باقی رہ گئی ہے" جسقدر غفلت کہ زائل ہوگئی اور حضوری حاصل ہوگئی ہے ایک نعمت ہے کوشش کریں کہ باطن سے غفلت پوری طرح سے دور ہوجائے اور حضورِ کامل کہ جس کے بعد غیبت نہ ہو حاصل ہوجائے۔ یہی حضور جب غالب آجاتا ہے تو نفسِ حاضر درمیان سے اُٹھ جاتا ہے، حق سبحانہٗ کا حضور خود بخود حاصل ہوجاتا ہے، کیا کیا جاسکتا ہے طریقے کا مدار صحبت پر ہے اور ترقی بظاہر اس کے ساتھ وابستہ ہے، لازمی دوری درمیان میں حائل ہے اگر آپ حضور میں رہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ خدمت کے لوازم اور حقوق کی ادائیگی میں تقصیر واقع نہ ہوگی والخیر فیما صنع اللہ تعالیٰ سُبحانہٗ [جو کچھ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کرتا ہے اسی میں بھلائی ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۰

شیخ ابو المظفر برہانپوری کے نام صحبت کے فوائد اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ العزیز الاقدس کے روضۂ منورہ کی برکات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ خیر الوریٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقیٰ، اما بعد! گرامی نامہ جو کہ آپ نے برادر دینی شیخ نور محمد کے ہمراہ بھیجا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے صحبت پانے کی آرزو کی تھی اور روضۂ منورہ کی زیارت کے شوق کا
پ۱۳ ع ۳۸ اظہار بھی کیا تھا، وقت پر موقوف ہے لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ [ہر کام کا ایک وقت معین ہے] بیشک، (کام کا) مدار صحبت پر ہے (سالک) غیبت میں بھی محبت وفاقی الشیخ کے مطابق فیوض حاصل کرتا ہے لیکن (صرف محبت) اس صحبت کی گرد کو بھی نہیں پہنچتی جو حقوق کی رعایت کے ساتھ ہو، محبت صرف
۱۳۴۳ ص معانی کو جذب کرتی ہے لیکن جب صحبت اس کے ساتھ مل جائے تو سرخ گندھک بن جاتی ہے اور

نورٌ علیٰ نور ہو جاتی ہے اور روضۂ منورہ کی برکات کیا بیان کی جا سکتی ہیں کہ ہم کوتاہ فہموں کے ادراک کی رسائی سے بہت دور ہیں، ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق اس کی برکات سے بہرہ مند ہے لیکن اس کی کُنہ و حقیقت کو کون پہنچ سکتا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہر کسے از ظنّ خود شد یارِ من　　　از درونِ من نجُست اسرارِ من

[ہر شخص اپنے گمان کے مطابق میرا دوست بن گیا (لیکن) اس نے میرے اندر سے میرے اسرار کو نہیں ڈھونڈا]

جو خط آپ نے شاہ محمد کے ہاتھ بھیجا تھا وہ بھی پہنچا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ "دل میں بلکہ تمام اعضا اور بال بال میں تیری (حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی) صورت محبت کے ساتھ بلا قصد آتی ہے اور بہت زیادہ حلاوت و ذوق بڑھاتی ہے اس کے بعد میری صورت ہو بہو تیری صورت ہو جاتی ہے خاص کر توجہ کرنے کے وقت الخ" میرے مخدوم! اس کیفیت کے ساتھ متصف ہونا کمالِ مناسبت کی خبر دینے والا ہے، شاید کہ ایک حقیقت کا اتحاد اور دوسری حقیقت کے ساتھ متحقق ہونا حاصل ہوا ہے جو کہ صورت کے اتحاد کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے۔ ع

در عشق چنیں بوالعجبیہا باشد　　　[عشق میں ایسی ہی بوالعجبیاں ہوتی ہیں]

بزرگوں نے جو کمون و بروز فرمایا ہے وہ گویا اسی قسم سے ہے۔ میرے مخدوم! یہ بیان آپ کے حال کے موافق تحریر ہوا ہے، بندیوں کو جو یہ کیفیت پیش آتی ہے تو اس کا باعث کچھ اور ہوتا ہے۔ آپ نے برادرانِ دینی خواجہ امان اللہ و خواجہ محمد مؤمن کے احوال و اطوار کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا اس نے بہت مسرور کیا زَادَهُمَا اللّٰهُ تَوْفِيْقًا وَّعُرُوْجًا وَّتَرَقِّيًا [اللہ تعالیٰ ان دونوں کو مزید توفیق و عروج و ترقی عطا فرمائے] ان دونوں عزیزوں کو علیحدہ خطوط لکھوں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۹۱

حقائق و معارف آگاہ خواجہ محمد صدیق بدخشی ملقب بہ ہدایت کے نام حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہٗ) کے فراق کے اظہار اور حضرت موصوف کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا، یہ مکتوب بہت طویل تھا اس کے بعض اوراق گم ہو گئے ان اوراق میں سے جو باقی رہ گئے تھے ان کو نقل کر لیا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، حقائق آگاہ و معارف آشنا کے خدام اس فرقت زدہ گنہگار کی دعا و نیازمندی قبول فرمائیں، سوزشِ سینہ و غم دیرینہ سے

۱۳۳ متعلق چند سطریں بیاض پر لکھی تھیں اس کے مضمون کو اس عزیز الوجود (آپ) کی طرف ہدیہ کے طور پر ارسال کیا جارہا ہے۔

میرے مخدوم! حضرت قطب الاقطاب زبدۃ المحققین وارثِ المرسلین امام وغوث انام (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے فراق کا غم مہینوں اور دنوں کے گذرنے کے ساتھ اور زیادہ قوی ہوتا جارہا ہے اور جتنا پرانا ہوتا جارہا ہے اتنا ہی زیادہ تازہ ہورہا ہے اور خاص طور پر آجکل اس شیفتہ مشتاق پر اُس یگانہ آفاق کے فراق کے باعث عجب وارفتگی پیدا ہوگئی ہے اور اُس مجلسِ بہشت آئین کی یاد سے جگر کباب اور آنکھیں پُرآب ہوئی جاتی ہیں، اگر آپ تمام دنیا میں پھریں تو اس لِلّٰہ فی اللّٰہ اجتماع کو کہاں دیکھیں گے اور صحبت کے ان فیوض و برکات کو کہاں پائیں گے؟ اور وہ معارف و حقائق ودقائق جو ذات و صفاتِ تعالیٰ و تقدس کے بارے میں (ان کی مجلس میں) بیان ہوتے تھے اور ہر شخص کے کانوں تک پہنچتے تھے اب کس سے سنیں گے؟ اور وہ اسرار جو کہ محرمانِ خاص سے بیان ہوتے تھے اب کہاں سے ظہور پائیں گے؟ اور وہ معاملاتِ خاص کہ محرمانِ راز میں سے بھی ایک یا دو سے زیادہ آدمیوں کو ان کے سننے کی گنجائش نہ تھی اب کس سے سُنے جائیں گے؟ اور وہ اسرار و معاملات کہ کوئی فرد وہاں (اُن کا) محرم نہ تھا اور سربمہر مدفون ہوگئے وہ جُدا رہے، اگرچہ اُن معاملات کے سننے کے باعث دل اضطراب میں اور سینہ سوزش میں اور حواس تشنگی میں اور عقل حیرت میں تھی لیکن حضرت عالی (قدس سرہٗ) کو صفتِ مذکور کے ساتھ محض دیکھنے ہی سے دل کے لئے ایک حضور اور سینہ کے لئے ایک نور ظاہر ہوتا تھا جو کہ اضطراب کے جوش اور سوزش کی آگ کو ٹھنڈا کردیتا تھا اور عقل و حواس اُس قبلہ کبار کے دیدار کے رعب کے باعث ہوش سے جاتے رہتے تھے اور تشنگی و حیرت سے خالی ہوجاتے تھے، اس لئے بہت مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ کوئی درویش اُن عالی حضرت (مجدد علیہ الرحمہ) کی خدمت میں بعض سوالات دریافت کرنے یا باطنی احوال عرض کرنے کی نیت سے آیا ہے اُن کے سامنے آتے ہی تمام سوالات اس کی وسعتِ سینہ سے محو ہوگئے اور احوال و مواجید میں سے کچھ بھی نہ رہا جس طرح طلوعِ آفتاب رات کی تاریکی کو دور کردیتا ہے، اسی طرح آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہی تمام امورِ مذکورہ محو ہوجاتے تھے اس اثناء میں بعض اوقات حضرتِ عالی (اس درویش سے) دریافت فرماتے تھے کہ ہاں فلاں صاحب تمہارا کیا حال ہے؟ یا (یہ فرماتے) اگر کچھ دریافت کرنا ہو تو کہو لیکن وہ بیچارہ آپ کے سامنے از خود رفتہ ہوجاتا تھا اور اس کی زبان بند ہوجاتی تھی اور وہ فہم و عقل سے خالی ہوجاتا تھا کسی نے خوب کہا ہے ؎

خرد از دیدنش تسبیح خواناں گریزد ہمچو فرتوت از جواناں

[عقل ان کے دیکھنے سے تسبیح پڑھتی ہوئی اس طرح بھاگتی ہے جیسے بوڑھا آدمی جوانوں سے بھاگتا ہے]
وہ شخص ہاں یا نہیں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا اور اپنے حال کی نفی و اثبات اور کسی استفسار کے متعلق کچھ بھی لب کشائی نہیں کر سکتا تھا اور بیخود ہو کر نہایت شرمندگی کے ساتھ لوٹ جاتا تھا اور بعد،

مکتوب ۹۲ ۱۳۵

شیخ امام الدین پنجابی کے نام نصیحت کے بیان میں اور معرفت حاصل کرنے پر ترغیب دینے اور حاجی محمد شریف خادم کے بعض احوال کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، مکتوب مرغوب کہ جس میں آپ نے برسوں کے بعد اس دور افتادہ کو یاد کیا تھا اور وہ بھی حاجتمندوں کی سفارش کی تقریب سے تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے عدم ملاقات اور نہ آنے کے عذرات بھی لکھے تھے وہ بھی واضح ہوئے، میرے مخدوم! نہ آنے کے اسباب اور مرغوب چیزوں کے ترک کرنے کو بھی اچھی طرح ملاحظہ فرمائیں اور ان عذرات کے بالمقابل رکھیں کہ کونسا پلڑا غالب ہے اللہ تعالیٰ کا حق تمام حقوق پر غالب ہے اور اللہ عزوجل کی معرفت اہم مقاصد میں سے ہے، ایمانِ حقیقی معرفت پر موقوف ہے جو کہ فنا فی المعروف سے عبارت ہے، امید ہے کہ یہ ایمان خلل سے محفوظ اور زوال سے مامون ہوگا، اور جو ایمان کہ اس معرفت سے پہلے حاصل ہے وہ ایمان مجازی ہے جو کہ زوال سے محفوظ نہیں ہے، اور یہ جو آیتِ قرآنی میں آیا ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ
۴/۱۳۶ رَسُوْلِہٖ [اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ] اور یہ جو ماثورہ دعاؤں میں وارد ہوا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا لَّیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ [اے اللہ! میں ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو] گویا اسی ایمانِ حقیقی کی طرف اشارہ ہے۔ الغرض اس معرفت کا طالب ہونا چاہئے اور جہاں کہیں سے اس نعمت (معرفت) کی خوشبو دماغ میں پہنچے اس کے درپے ہو جانا چاہئے اور گھر بار کو چھوڑ دینا چاہئے اور رشتہ داروں اور اولاد کو الوداع کہنا چاہئے اس لئے کہ وہ تعالیٰ شانہٗ سب سے زیادہ محبوب و مرغوب ہے اس کا حق تمام حقوق پر غالب اور سب سے راجح ہے، آیۂ کریمہ قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَ اَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ
۹/۲۴ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا

[آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم کو اپنے باپ دادا، اپنی اولاد، اپنے بھائی، بیویاں، رشتے دار اور وہ مال جس کو تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو (اگر تم کو) یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی عقوبت تم پر نازل کرے] اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے۔ میرے مخدوم! عذر آمیز تمہیدات اسی وقت تک ہیں جبتک کہ شوق کی آگ اور طلب کا جنون دل میں پیدا نہیں ہوا ہے اور جب یہ آگ بھڑک اٹھتی ہے اور طلب کا جنون شعلہ زن ہوتا ہے سب تمہیدات پیچھے رہ جاتی ہیں اور عذر کی زبان بند ہو جاتی ہے
اور جذبِ الٰہی جل شانہٗ اس کو بالوں سے کھینچکر معشوق کی طرف لیجاتا ہے اور محبوب کے کوچے میں ص ۱۳۶
پہنچا دیتا ہے بیشک عشق کے راستے میں قدرے جنون بھی درکار ہے اور قیدِ عقل سے تھوڑی سی رہائی بھی ضروری ہے ؎

دل اندر زلفِ لیلیٰ بند کار از عقلِ مجنوں کن ‌ ‌ ‌ ‌ که عاشق را زیاں دارد مقالاتِ خردمندی

[دل کو لیلیٰ کی زلف میں قید کر دے اور مجنوں کی عقل سے کام کر کیونکہ عقلمندی کی باتیں کرنا عاشق کے لئے نقصان دہ ہے] ہاں بڑھاپا اور جسمانی کمزوری (البتہ) ایک معقول عذر ہے۔ دیگر (یہ کہ) آپ نے اپنے باطنی احوال اور ان کے شکر و شکایات کی بابت کچھ نہیں لکھا، چونکہ محبت اور باطنی رابطہ قائم ہے (اس لئے) امید ہے کہ اس نسبت میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا ہوگا بلکہ اگر ایام جدائی کے طویل زمانہ نے اثر نہ کیا ہو تو معاملہ ترقی میں ہوگا کہ ہمارے طریقہ کا مدار صحبت پر ہے، بہرحال جہاں کہیں بھی رہیں جمعیتِ (باطنی) کے ساتھ رہیں اور ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور کمرِ ہمت کو مولائے حقیقی جل شانہٗ کی عبادت و رضامندی میں چُست باندھیں اور باطنی ترقی میں کوشش کریں مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں گذریں (یعنی وہ ترقی نہ کرے) تو وہ خسارے میں ہے] دوستوں کو سلامتیٔ ایمان کی دعا سے یاد رکھیں میرے مخدوم ابرار دینی حاجی محمد شریف نے طے کیا ہے کہ (ہم) فقراء کی صحبت میں رہے اور اس نے بہت سے فوائد حاصل کئے ہیں اور بہت ترقیاں حاصل کی ہیں ان کی والدہ و ہمشیرہ وہاں پر ہیں توقع ہے کہ آپ ان کی خبرگیری کرتے رہیں گے اور ان کی خیریت پوچھتے رہیں گے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۹۳

خواجہ امان اللہ قاضی زادہ برہان پوری کے نام ان کے حال کی شرح اور کمالاتِ نماز کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا جو خط شوق و
ذوق پر مشتمل تھا پہنچا اس نے خوشوقت کیا، آپ نے لکھا تھا کہ "بعض نمازوں میں ایسی حالت پیش آتی ہے
کہ گویا فقیر حضرتِ صمدیت جل جلالہٗ سے (اس طرح) کلام کرتا ہے کہ کوئی حجاب و پردہ درمیان میں نہیں رہا ہے
اور مست و بیخود ہو جاتا ہے کہ نماز کو بھول جاتا ہے اور نظرِ حیرت سے اپنے آپ کو اور اپنے غیر کو نور کے بغیر نہیں
دیکھتا اسی اثنا میں خود پر قابو پا کر ہوش میں آتا ہے، اچانک رقت و عاجزی غالب آجاتی ہے اور یہی
حالت قرآن مجید کی تلاوت اور دوسری عبادات میں پیش آتی ہے"۔ اے سعادت آثار! یہ کیفیت جو
آپ کو پیش آتی ہے ایک اعلیٰ کیفیت اور مبارک حالت ہے، (ایسا) کیوں نہ ہو کہ نماز مومن کی معراج ہے۔
جو کیف و ذوق کہ نماز سے پیدا ہوتا ہے وہ تمام اذواق و کیفیات سے ممتاز ہے اور چونکہ نماز میں قرآن مجید ۱۳۷
کی تلاوت بھی شامل ہے اور حدیث شریف مَنْ اَرَادَ اَنْ یُّحَدِّثَ رَبَّہٗ فَلْیَقْرَءِ الْقُرْاٰنَ [جو شخص
یہ چاہے کہ اپنے رب سے کلام کرے تو اس کو چاہیے کہ قرآن مجید پڑھے] کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کرنا
(گویا) اپنے پروردگار کے ساتھ بات کرنا ہے خاص طور پر جو تلاوت کہ نماز میں واقع ہو وہ اور ہی درجہ
رکھتی ہے اور بہتر ثمرہ لاتی ہے، اور حدیث شریف میں آیا ہے قِرَاءَۃٌ فِیْ صَلٰوۃٍ خَیْرٌ مِّنْ قِرَاءَۃٍ فِیْ غَیْرِ
صَلٰوۃٍ الحدیث [نماز میں قرآن کا پڑھنا نماز کے علاوہ قرآن پڑھنے سے بہتر ہے] پس اگر یہ حقیقت (جو آپ نے
بیان کی ہے) نماز میں جلوہ گر ہو جس کی شان میں (حدیث شریف میں) آیا ہے اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ
مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ [نماز میں بندہ اپنے رب سے زیادہ قریب ہوتا ہے] اور تکلم کی کیفیت ظاہر ہو تو
گنجائش ہے اور نیز اگر نمازی حجاب کا رفع ہونا محسوس کرے تو مناسب ہے۔ اور حدیث شریف میں
وارد ہوا ہے کہ نماز میں وہ حجاب اٹھا لیا جاتا ہے جو بندہ اور پروردگار کے درمیان ہے، نماز ایک دلربا
محبوب ہے جب نمازی کے باطن پر اس کے جمالِ باکمال کا پرتو پڑتا ہے اور اس کے حسن و خوبی کا
ظہور ہوتا ہے تو قریب ہے کہ اس (نمازی) کو مست و بیخود کر دے اور اس کو از خود رفتہ بنا دے اور
جب اس کے انوار سے متصف اور اس کے زیور سے آراستہ ہو جاتا ہے تو اپنے آپ کو نور پاتا ہے اور
جامعیتِ انسان کے حکم کے مطابق اپنے غیر کو بھی نور دیکھتا ہے اور اپنے وصف کے ساتھ موصوف
جانتا ہے گویا تمام اشیاء میں عارف جلوہ گر ہے جیسا کہ ابتدا میں اپنے آپ کو اور تمام اشیاء کو ذاکر
پاتا ہے وہاں (ان اشیاء میں) بھی ذاکر وہ (عارف) ہے کہ وہ (اپنے آپ کو) اشیاء میں مشاہدہ کرتا ہے

لہ بیہقی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں قراءۃ القرآن فی الصلوٰۃ افضل من قراءۃ القرآن فی غیر الصلوٰۃ (مشکوٰۃ)
عہ مسلم شریف کی روایت کے الفاظ یہ ہیں اقرب ما یکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء (مشکوٰۃ)

کہتے ہیں کہ امامِ اجل حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) ایک مرتبہ نماز میں تھے کہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور جب ہوش میں آئے تو ان سے دریافت کیا گیا، انھوں نے فرمایا کہ میں قرآن مجید کی ایک آیت کو بار بار پڑھ رہا تھا یہاں تک کہ میں نے اس آیت کو اس کے متکلم (اللہ تعالیٰ) سے سُنا، آپ نے لکھا تھا کہ "میں ماہِ رمضان میں معتکف تھا میں نے ستائیسویں شب میں طرح طرح کی چیزیں مشاہدہ کیں، خلاصہ یہ کہ وہ شب روشن، منور اور پُرنور تھی اچانک فقیر (مجھ) پر ایک حالت و کیفیت رونما ہوئی، ایسا معلوم ہوا کہ یہ رات شبِ قدر ہے"۔ میرے مخدوم! اس فقیر اور دوسرے دوستوں نے بھی اسی (ستائیسویں) شب میں بیحد انوار و برکات مشاہدہ کئے اور شبِ قدر کا گمان کیا وَالْغَیْبُ عِنْدَ اللّٰہِ [اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے] دوسرے احوال جو آپ نے دیکھے اور لکھے ہیں اور جو ہیرا ہیں کہ آپ کو حال ہیں آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے عطا ہوا ہے وہ سب عمدہ و اعلیٰ ہیں، اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے مراتب میں ترقی عنایت فرمائے۔

۱۳۸ # مکتوب ۹۴

خواجہ ملی جعفر خاں کے نام قصور کی دید اور معرفت حاصل کرنے پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کے سردار جو کہ نگاہ کی کجی سے پاک ہیں علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات کے طفیل آپ کے سینہ کو کھول دے اور آپ کے درجے کو بلند کرے اور آپ کے کام کو آسان کر دے۔ آپ کے گرامی نامہ نے جو کہ اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا مشرف کیا۔ آپ سلامتی و عافیت کے ساتھ رہیں اور سنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم رہیں، آپ نے حسنِ ظن کے طور پر جو کچھ اس درویش دلفگار کے بارے میں لکھا تھا یہ فقیر کسی طرح اس حقیقت کے قابل نہیں ہے اور نقص و کوتاہی کے باعث اہلِ کمال کے ساتھ کچھ نسبت نہیں رکھتا اور اہل اللہ کی خاکِ پا کو (بھی) نہیں پہنچا۔

ع من ہیچم وکم ز ہیچ بسیارے [میں ہیچ (کچھ بھی نہیں) ہوں اور (بلکہ) ہیچ سے بھی بہت کم ہوں]

اس قدر ہے کہ جو کچھ بزرگوں نے اس ناکارہ کو عنایت فرمایا ہے چونکہ امانت دار ہے ناقابل ہونے کے باوجود اس کے حقداروں کو پہنچاتا ہے اور اگر کسی ایک میں کچھ اثر پیدا ہو جاتا ہے تو ان اکابر کے انفاسِ نفیسہ سے ہے خود کو درمیان میں نہیں دیکھتا ہے ع

ما خود نہ ایم ایں ہمہ الحان ز مُطرب ست [ہم خود کچھ نہیں ہیں یہ سب مطرب کا راگ ہے]

میرے مشفق و مکرم! ہم اور آپ سے اس دنیائے فانی میں عبادت و بندگی اور حق جلّ وعلا کی معرفت کا حاصل کرنا مطلوب ہے اور معرفت اس طائفۂ عالیہ (صوفیہ) کے نزدیک معروف ہیں فنا ہوئے بغیر صورت پذیر نہیں ہے۔

؎ تو مباش اصلا کمال این ست و بس   رو در و گم شو وصال این ست و بس

[تو ہرگز نہ رہ کمال یہی ہے اور بس ، جا اس میں گُم (فنا) ہو جا وصال یہی ہے اور بس]

پس عقلمندوں اور دانشمندوں پر لازم و ناگزیر ہے کہ اپنے حاصلِ کار و نقدِ روزگار (مقصود و مطلوب) میں غور کریں جس شخص کو مذکورہ معرفت حاصل ہے تو اس کے لئے خوشی و بشارت ہے جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا وہ بجا لایا اور انسانی کمال تک پہنچ گیا اور جس شخص کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے اس کو اس کی طلب سے فارغ نہیں ہونا چاہئے اور جہاں کہیں سے اس نعمت کی بُو اس کے دماغ میں پہنچے اس کے درپے ہو جانا چاہئے، افسوس ہے کہ جو کچھ اس فانی دنیا میں اس سے طلب کیا گیا ہے وہ اس کو بجا نہیں لاتا اور دوسرے امور میں مشغول ہوتا ہے اور جس چیز کی تخریب چاہی گئی ہے اس کی تعمیر کرتا ہے، کل (قیامت کے روز) کس منھ سے بارگاہِ صمدیت میں آئے گا اور کس حیلے سے عذر کی زبان کھولے گا۔؎

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند   تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

[میں ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے (حال) سے ناآشنا ہی رہے اور یہ غم دامنِ قیامت تک ہمارے ساتھ رہے]

آپ نے بیمار کی صحت یابی کی دعا کے لئے کہا تھا، برادرم شیخ محمد علیم نے ان دنوں میں اور پہلے بھی اس قصہ کو تفصیل کے ساتھ لکھا تھا دعا و توجہ جو کچھ (ہم) فقراء کا معمول ہے اس میں کوتاہی نہیں کی گئی، بیش از بیش کی گئی ہے اور قبولیت کے آثار بھی معلوم ہوئے ہیں حضراتِ خواجگانِ عالیشان کا ختم بھی ۱۳۹
درویشوں کی جماعت کے ساتھ بارہا پڑھا گیا ختمات نورانی ظاہر ہوئے انشاء اللہ تعالیٰ صحت ہے، ہم امیدوار ہیں کہ اس خط کے پہنچنے سے پہلے ہی رو بصحت ہو گئے ہوں گے۔ ع

با کریماں کارہا دشوار نیست   [کریموں کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے]

میرے مخدوم و مکرم! ماسوائے حق جلّ وعلا کی گرفتاری امراضِ قلبیہ میں سب سے شدید مرض ہے اس کے ازالہ کی فکر اہم مقاصد میں سے ہے ع

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است   [اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف (ہی) کافی ہے]

(خدا کرے) ظاہری و باطنی نعمت میں ترقی ہو۔

❖ ❖

❖

مکتوب ۹۵

شیخ علیم جلال آبادی کے نام ظاہری و باطنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے، (آپ کا) مکتوب گرامی پہنچکر مسرت بخش ہوا اور اس کے حقائق واضح ہوئے، آپ نے حلقۂ ذکر کی رونق اور دوستوں کی ترقی کے بارے میں لکھا تھا اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما] اللہ جل سلطانہ کی نعمتوں کے متعلق کیا لکھا جا سکتا ہے کہ ظاہر و باطن کو احاطہ کئے ہوئے ہیں، وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاھِرَۃً وَّبَاطِنَۃً [اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کو پورا کر دیا] ۳۱/۲۰ پس جس کو نعمت عطا ہوئی ہے اس کو چاہئے کہ ظاہر و باطن سے اس عز و جل کے شکر میں مشغول رہے اور صورت و معنی میں حضوری کے ساتھ رہے اور اس کے غیر کے ساتھ اس کی اجازت کے بغیر مشغول نہ ہو اس لئے فرمایا ہے وَذَرُوْا ظَاھِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَہٗ [اور تم ظاہری و باطنی گناہ کو چھوڑ دو] ۶/۱۲۱ تا کہ ظاہری گناہ کے ترک سے ظاہری نعمتوں کا شکر ادا ہو اور باطنی گناہ کے ترک سے کہ منجملہ ان کے ماسوا کے ساتھ وابستگی و التفات ہے باطنی نعمتوں کا شکر حاصل ہوتا ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ شکر سے مراد بندہ کا ان تمام چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام فرمائی ہیں یعنی اپنے اعضا اور ظاہری و باطنی قوتوں کو ان مقاصد میں استعمال کرنا ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان (اعضا و قویٰ) کو پیدا کیا اور اس (بندے) کو عطا فرمایا ہے اس کے باوجود اللہ جل و علا کی تدبیر سے بے خوف نہ رہے اور ڈرتا اور کانپتا رہے، فَلَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ [پس اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے خسارے والی قوم ہی بے خوف رہتی ہے] ۷/۹۹

مکتوب ۹۶

بدر بیگ سمرقندی کے نام ان کی کیفیات کی وضاحت اور احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ برادر دینی ص ۱۴۰ محمد بدر بیگ اس دور افتادہ کا سلام عافیت انجام پڑھیں۔ آپ نے جو مکتوب مرغوب محبت کے باعث

بھیجا تھا چونکہ دوستوں کی سلامتی کی خبر دینے والا اور پسندیدہ احوال پر مشتمل تھا (اس لئے) اس کے مطالعہ نے بہت زیادہ خوشی بخشی۔ آپ نے قلبی وسوسے کے دور ہونے کی بابت لکھا تھا کہ "اس طرح پر (دور) ہو گیا ہے کہ اگر ہزاروں سال گذر جائیں تو بھی ماسوی اللہ کا خیال دل پر نہ گذرے الخ" میرے مخدوم دل سے غیر اللہ کا خیال بالکل دور ہو جانا فنائے قلب ہے اور ولایت کا پہلا درجہ ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے جبتک نہ پائے رہائی حاصل نہیں ہوتی، قلب کو جو ماسوائے کُلّی قطع تعلق حاصل ہوتا ہے اور تعلقات و موانعات سے رہائی حاصل ہوتی ہے وہ یافت (پانا) اور معرفت کے بغیر نہیں ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں ایک رات بیداری میں دیکھتا ہوں کہ ایک نور نقطہ کی صورت میں ظاہر ہوا، اس نے میرے تمام وجود کو احاطہ کر لیا، معلوم ہوا کہ لطیفۂ قلب و روح و خفی و اخفیٰ سب فنا ہو گئے گویا ایک ہڈی کا ٹکڑا باقی رہ گیا۔" یہ دید (آپ کے لئے) قلب کی مانند تمام لطائف کی فنا کی بشارت ہے لیکن تعجب ہے کہ آپ نے سِر کے بارے میں نہیں لکھا معلوم نہیں کہ کیا راز ہو گا اور اس فقیر نے عالم امر کے تمام لطائف کی فنا کی علامات اور (ان میں سے) ہر ایک کے خواص ایک مکتوب میں لکھے ہیں اُن معانی (علامات) کو اپنے اندر ملاحظہ کریں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "تہجد کے وقت ایک اچھی حالت رکھتا تھا التحیات پڑھتے وقت اپنے آپ کو ایسا نیست پایا کہ (رب العزت) خود اپنے آپ سے سوال کرنے والا اور خود اپنے آپ کو جواب دینے والا ہے معراج کی رات میں جو حالت کہ سرور عالمیان علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت رب العزت کے درمیان التحیات پڑھنے میں واقع ہوئی تھی بعینہٖ وہی ظاہر ہوئی کہ گویا (گفتگو) اس کمترین اور رب العزت تعالیٰ و تقدس کے درمیان ہے۔" میرے مخدوم اپنے آپ کو نیست پانا اور سوال و جواب سب حق تعالیٰ سے دیکھنا ایک عجیب حالت ہے گویا آپ کی زبان اس وقت میں شجرۂ موسوی کے حکم میں ہو گئی تھی اور یہ یافت فنا و بقا کی خبر دینے والی ہے، اور یہ جو اس کے بعد آپ نے لکھا تھا کہ "اس کمترین اور حضرتِ رب العزت کے درمیان ہے" یہ بظاہر ما سبق سے مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ وہاں (ما سبق میں) آپ نے سوال و جواب دونوں حق سبحانہٗ کی طرف منسوب کئے ہیں اور اپنی نفی کی ہے اور یہاں آپنے اپنا اثبات کیا ہے وہ مقام ولایت کے مناسب ہے .... لائق ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "(یہ فقیر) مراقبہ میں تھا ایک نہایت لطیف نور ظاہر ہوا الخ اس کمترین کو احاطہ کر لیا الخ فقیر کا جسم تقریباً غائب ہو گیا میں اپنے آپ کو ایک علم سے تعبیر کرتا تھا جو کہ اس نور کا مشاہدہ کرنے والا تھا اس کے بعد لطیفۂ روحی سے ایک نہایت لطیف بے کیف نور فوارہ کی مانند اوپر کی طرف چڑھتا تھا" میرے مخدوم! شاید کہ یہ نور آپ کے عین ثابتہ کا نور ہو کہ اس کے ظہور کے وقت آپ کا وجود بشریت چھپ گیا اور اس نور نے خود بخود جلوہ فرمایا ہے ۱۴۱

مرا دیگر بجائے خود نہ بینی ۔۔۔ چو جان آئی بجانِ من نشینی

[تو دوبارہ مجھ کو اپنی جگہ پر نہ دیکھے، تو جان کی مانند آئے اور میری جان میں بیٹھے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۷

شیخ فقیر اللہ بنگالی کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آں برادر (آپ) بھی جمعیت کے ساتھ ہوں گے اور شریعت عالیہ و سنت منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر قائم ہوں گے۔ آپ نے جو خط از راہِ محبت جہان آباد[1] سے بھیجا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا اور جو خط آپ نے پٹنہ سے ارسال کیا تھا وہ بھی پہنچا، اپنے اوقات کو طاعات و عبادات اور ذکر و فکر میں صرف کریں اور سفرِ طویل (آخرت کے سفر) کا زادِ راہ تیار کریں آیۂ کریمہ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ [ہر نفس کو غور کرنا چاہئے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا آگے بھیجا ہے] کے مضمون پر اچھی طرح غور کریں اور گوشۂ نامرادی و گوشۂ مسجد کو ترک نہ کریں اور مساکین و اہلِ جمعیت کے ساتھ صحبت رکھیں اور اہلِ تفرقہ و امراء سے دور رہیں اور بلا ضرورت ان کے ساتھ نہ بیٹھیں، آیۂ کریمہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ [اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ پابند رکھئے جو صبح و شام اپنے رب کو محض اس کی رضامندی کیلئے یاد کرتے ہیں] کو پڑھیں، طالبانِ حق جل و علا کی خدمت اور دلجوئی کریں اور اپنی توجہات کو اُن سے نہ روکیں اور دور افتادہ دوستوں کو خیر و سلامتیٔ ایمان کی دعا کے ساتھ یاد رکھیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۸

خواجہ علی کے نام فنائیت کے حاصل کرنے اور وقت کو معمور رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ جو خط آپ نے ان دنوں میں بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، نسبتِ باطن کو عزیز جانیں اور اس کی اچھی طرح محافظت کریں، شاید کہ معرفت کے پھولوں میں سے کوئی پھول آپ کے باطن میں کھلے اور قرب اور بوئے وصال کی خوشخبری لائے اور بےخود کردے اور ہستیٔ موہوم کو درمیان سے اٹھا دے اور عدمیتِ ذاتی ظاہر ہو جائے اور حضورِ خود بخود جلوہ گر ہو جائے، مختصر یہ کہ کوشش کریں کہ وقت بیکار نہ گزرے اور باطلِ حق نما اپنا فریفتہ بنا لے اور

[1] جہان آباد پٹنہ کے قریب ایک قصبہ ہے۔

۱۷/۸۱ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا [آپ کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹنے ہی والا تھا] کا حاکم بشریت کے ممالک پر غلبہ پالے اور (اس کو) اپنے تصرف میں لے آئے اور ان ممالک کے خزانوں اور دفینوں کو اس نسبتِ عالیہ کی دلہنوں کے مہروں میں ادا کرے اور جب تک اُنس و شوق کے چھپر کھٹ پر اس دلہن کا ہم آغوش رہے اور ہمیشہ شرابِ وصال سے بیخود رہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۹

شیخ حسین منصور جالندھری کے نام ان کے احوال کی شرح میں مع بشارت عالی کے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ فقیر کو ان دنوں میں صحتِ کلی حاصل ہے اگرچہ (ابھی) پیدل نہیں چل سکتا لیکن پالکی میں بیٹھ کر مسجد میں (صرف) چار نمازوں میں جاتا ہوں اور دوستوں کو خطوط بھی لکھتا ہوں آپ نے لکھا تھا کہ" اعلام و الہام کے حکم کے مطابق اُس تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہِ قدس میں متوجہ ہو کر بعض عوارض کے منکشف ہونے کی طلب کرتا ہوں تو اعلام و الہام کے طور پر ظاہر کر دیا جاتا ہے، اس نعمت کا شکر بجا لائیں، اللہ تعالیٰ خطا و غلطی سے محفوظ رکھے اس لئے کہ کشف میں اس (خطا و غلطی) کا احتمال واقع ہونا ثابت ہے اگر امورِ کونیہ (حوادثِ یومیہ دنیویہ) کے کشف میں خطا ہو جائے تو معمولی بات ہے اور اسرارِ الٰہیہ اور ان کے مناسب امور یعنی اعتقادات و عبادات کے کشف میں کسوٹی شریعتِ حقہ ہے جو کشف کہ شرعی قوانین کے موافق ہو اور ان سے متصادم نہ ہو وہ اعتماد کے قابل ہے اور جو ایسا نہیں ہے (بلکہ متصادم ہے) وہ قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ" میں حقیقتِ کعبہ کے ساتھ متحقق ہوتا پاتا ہوں تو (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) بھی غائبانہ توجہ کر کے کچھ لکھئے"۔ میرے مخدوم! معاملہ نازک ہے غائبانہ توجہ پر اکتفا نہیں کی جا سکتی، اگر ملاقات مقدر ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ سامنے موجود ہونے میں اس معاملہ کی تشخیص کی جائے گی، اس کے باوجود (یہ فقیر) توجہ سے دریغ نہیں کرتا، اگر کچھ واضح ہو گیا تو ان شاء اللہ تعالیٰ لکھا جائیگا۔ خط لکھنے کے بعد جب اس بارے میں غور کیا تو اس مقام نادر سے
ص ۱۴۳ آپ کے لئے کچھ حصہ معلوم ہوا، والغیب عند اللہ سبحانہ [اور غیب کا علم اللہ سبحانہٗ کو ہے]۔

والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۱۰۰

ملا محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے خطوط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ اُن کے اور ان کے احباب کے لذیذ احوال اور مبارک کیفیات پر مشتمل تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے تین خطوط یکے بعد دیگرے پہنچے چونکہ فقیر کو نقاہت تھی (اس لئے) جواب نہیں دے سکا تھا اب جبکہ صحت حاصل ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے لکھنے کی طاقت آ گئی ہے، آپ کے تینوں خطوط تلاش کے بعد مل گئے، پہلا خط جو کہ آپ نے برہانپور سے لکھا تھا اس کے اکثر مقامات کو چوہے نے کھا لیا ہے تین حصے تو بہت زیادہ حصہ کھا لیا ہے اور اس کے حاشیہ کا اکثر حصہ درست رہ گیا ہے، دوسرے دو خط درست ہیں (یہ فقیر) ہر ایک کا مجمل جواب لکھتا ہے۔ پہلے خط میں لکھا ہوا تھا کہ ظہر کی نماز میں چند مرتبہ کوئی چیز جو کہ ہنسی کی مانند ہو گی اُس جانب سے اپنے باطن میں پاتا تھا فرض نماز میں خاص طور پر امامت کی حالت میں ایک ایسی لذت و فنا پیش آتی ہے کہ کیا عرض کرے۔" اے سعادت آثار! ہنسی کا ظاہر ہونا کمالِ رضامندی کی خبر دینے والا ہے، خاص طور پر وہ جو کہ نماز میں پیش آتی ہے کہ وہ اصل سے تعلق رکھتی ہے اور لذت و فنا میں کیا کلام ہے کہ نماز مومن کی معراج اور کمالِ قرب کا محل اور رفع حجاب کا مقام ہے اور سب سے بڑا حجاب انسان کا نفس ہے، اور یہ جو آپ خود کو عورتوں اور بے ریش لڑکوں کے زیورات سے آراستہ اور کبھی ایک عورت کی صورت میں جو کہ بے ریش لڑکوں کے لباس سے مزین ہے پاتے ہیں، یہ (یہ) ایمان و اعمالِ صالحہ کی زینت ہے اور قبولیت کے آثار اور محبت کی نشانی رکھتی ہے، اور آپ خود کو جو مثلاً تمام علم یا قدرت اور تمام قلب یا روح اور تمام خاک یا آتش سمجھتے ہیں یہ بقا باللہ کے آثار میں سے ہے، بزرگوں نے کہا ہے ذَاتُ اللّٰہِ کُلُّہٗ عِلْمٌ وَّکُلُّہٗ قُدْرَۃٌ [اللہ تعالیٰ کی ذات تمام علم اور تمام قدرت ہے] اور یہ جو آپ لفظِ علم اپنی دو ابروؤں کے درمیان اپنی پیشانی پر لکھا ہوا دیکھتے ہیں ہو سکتا ہے کہ اس وجہ سے ہو کہ آپ کا مبداءِ تعین صفتِ علم ہو، اور یہ جو آپ دنیا کے بنانے والے (اللہ تعالیٰ) کو نہ عالم میں داخل اور نہ عالم سے خارج اور نہ اس کے متصل اور نہ اس سے جدا دیکھتے ہیں نہایت اعلیٰ اور حقیقت کے مطابق ہے، آپ نے لکھا تھا کہ آج لَا مَذْکُوْرَ اِلَّا اللّٰہُ [اللہ ہی اللہ کا ذکر کرتا ہے] کے معنی نے نمایاں پر توڑ ڈالا" بیچارہ سالک ابتداء سے انتہا تک اس کلمہ کے ساتھ

۱۳۴ کلام کرتا ہے اور تجلیٔ صوری سے الی ماشاء اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو اس کلام کے مضمون کے ساتھ متحقق سمجھتا ہے "ایمان" وہ شخص کہ اس کی حقیقت تک پہنچ گیا ہو اور شرک کی باریکیوں سے پوری طرح رہائی پاچکا اور توحید کی کُنہ سے جاملا ہو عنقا کا حکم رکھتا ہے (یعنی نایاب ہے) اس معنی سے جسقدر بھی نصیب وقت ہوجائے اور شرک کی باریکیوں سے جتنی بھی رہائی حاصل ہوجائے غنیمت ہے۔

آپ نے دوسرے خط میں اپنی کیفیات میں سے جو یہ لکھا تھا کہ "کبھی حقیقتِ کعبہ اور کبھی حقیقتِ قرآن مجید اور کبھی اس درجہ کا افلاس کہ اصل ایمان کے ساتھ بھی مناسبت نہ رکھتا ہو اور کبھی ایمان بالغیب و معاملۂ قربیت اور کبھی بعض افعال میں اپنے ساتھ ایک دنیا کی مشارکت سمجھتا ہے جیسا کہ آج ظہر کی نماز میں امامت کی حالت میں گویا ایک دنیا قیام و رکوع و سجود و قرأت اور تسبیح میں فقیر کے ساتھ شریک تھی" اس کے مطالعہ نے خوش وقت کیا، (یہ) احوال اعلیٰ اور معقول ہیں اور بعض اعمال میں افرادِ عالم کی شرکت استعداد کی جامعیت اور اس اسم کی جامعیت کی خبر دینے والی ہے جو کہ (اس کا) مبدأ تعین ہے گویا دوسرے اس کے اجزا ہیں اور کُل کے فعل میں اجزا کو شریک پاتا ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے "چاہئے کہ حقیقتِ قرآنی مرتبۂ صفات میں ہو اور اس کا اظہار مرتبۂ ولایتِ کبریٰ میں ہو ذات کے اسماء و صفات سے جدا و ممتاز ہونے کے بعد اس حقیقت کے منکشف ہونے کی کیا وجہ ہوگی؟ جواب یہ شبہ سامنے موجود ہونے سے تعلق رکھتا ہے، اور یہ جو آپ نے اپنے دوستوں کے احوال یعنی (کسی کا) دائرۂ ظلال کو قطع کرنا اور کسی دوسرے کا ولایتِ کبریٰ سے حصہ پانا اور اپنے اندر دائرۂ ظلال کے پانے کے بعد اس دائرہ کا منہدم ہونا اور اس میں مخلوقات کی صورتوں کو دیکھنا اور اس دائرے کے منہدم ہوجانے کے بعد بطن بطون میں نورِ لطیف کا مشاہدہ ہونا وغیرہ کے بارے میں لکھا تھا وہ سب درست و سنجیدہ ہیں، حق سبحانہٗ ہمیشہ ترقیات عطا فرمائے۔

تیسرے خط میں لکھا تھا کہ "یہ فقیر مراقبہ میں بیٹھا تھا اپنے اوپر نہایت نفیس زریں خلعت پایا اور بعض اوقات ایسا پاتا ہے کہ گویا (خیمہ کی) رسیاں اس مسکین کے باطن میں ڈال دی گئی ہیں اور کھینچا جارہا ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ظاہر ہوا کہ اس عاصی کے گناہوں کو معاف کردیا گیا ہے"۔ بہت اعلیٰ چیزیں اور عظیم نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجالائیں اور مزید ترقیات کے طالب رہیں شکر سے مراد بندہ کا ان تمام چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اُس پر انعام فرمائی ہیں یعنی اپنے اعضا اور ظاہری و باطنی قوتوں کو اُن مقاصد میں استعمال کرنا ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان (اعضا و قویٰ) کو پیدا کیا اور اس (بندے) کو عطا فرمایا ہے، اور اس قسم کا شکر ادا کرنے والے بہت ہی تھوڑے

۱۲۵ف سبا ۳۴ ۱۳
لوگ ہیں: وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ۝ [اور میرے بندوں میں سے بہت تھوڑے لوگ شکر ادا کرنے والے ہیں] (نص قاطع ہے۔ حق سبحانہٗ کی طرف سے) نعمت و عنایت ہے کہ (آپ کو) اس قسم کا خلعت پہنایا گیا؛ اور گناہوں کی معافی کی بشارت دیتا ہے (اللہ تعالیٰ کی) عنایت ہے کہ محبت کے حلقوں اور جذب کی رسّی سے کشاں کشاں لے جاتے ہیں اور مقصد تک پہنچاتے ہیں؛ ع

گر نیاید بخوشی موئے کشانش آرند [اگر وہ خوشی سے نہ آئے تو اس کے بال کھینچ کر لاتے ہیں]

انسان کی کوشش کی کیا حیثیت ہے کہ جو اس طرح سے مقاصد تک پہنچائے جو چیزیں کہ آپ لکھتے ہیں جب تک (اللہ تعالیٰ کی) عنایت دستگیری نہ فرمائے اور معشوق کی کشش رہبری نہ کرے انسان کی طاقت سے باہر ہیں، کسی نے خوب کہا ہے ؎

مرا گر توسنِ دل نیست درراہ کمندِ زلفِ او ہم نیست کوتاہ

[اگر میرے دل کا گھوڑا راستہ میں نہیں ہے (تو کیا ہوا) اس کی زلف کی کمند بھی تو کوتاہ نہیں ہے) والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۰۱

نیز ملا محمد باقر لاہوری کے نام اُن احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے لکھے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا مکتوب مرغوب پہنچا، آپ نے جو اپنے جسم پر خلعتِ عالی کے پانے اور اپنے اندر انوارِ بے کیف کے مشاہدہ کرنے اور سینہ میں نور کے ظاہر ہونے کہ جس کی مانند اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا اور اس کو فضل و کرم کا نور تصور کرنے پھر اس (نور) کے پوشیدہ ہو جانے اور حقیقتِ قرآنی کے ظاہر ہونے کی بابت لکھا تھا واضح ہوا اور محظوظ کیا شاید کہ اس حقیقت کا پرتو آپ کے باطن پر پڑ چکا ہے کہ جس نے آپ کو اس تصور میں ڈال دیا ہے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس نادر مقام سے کامل حصہ عطا فرمائے، اور جو نور کہ آپ نے سینہ میں دیکھا تھا اور اس کو نورِ تفضل سمجھا تھا ہم امید رکھتے ہیں کہ یہ وہی تفضل ہوگا کیا اس مقام میں کمالات کا حاصل کرنا محض فضل و کرم سے ہے علم و عمل کا اس مقام میں (کوئی) اثر و نتیجہ نہیں ہے اس مقام میں ترقی فضل و احسان پر موقوف ہے اور یہ مقام اصالت کے طور پر انبیاء اولوالعزم علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے اور دیکھئے امتیوں میں سے کس کو اس نعمت سے نوازتے ہیں؛ ع

با کریماں کارہا دشوار نیست [کریموں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے]

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

مکتوب ۱۰۲

ملا محمد امین حافظ آبادی کے نام اُن کے خط کے جواب میں مع بشارت کے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے پسندیدہ طریقہ پر قائم رکھ کر ہمیشہ ترقیات عطا فرمائے ۲۰۶
آپ کا خط جو کہ شوق و محبت کے اظہار پر مشتمل تھا اس نے پہنچکر خوش وقت کیا حق سبحانہٗ و تعالیٰ شوق کے شعلہ کو مشتعل اور محبت کی آگ کو بلند کرے یہانتک کہ مقصدِ اعلیٰ تک پہنچائے اور ظل سے اصل تک لیجائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "کبھی کبھی اسمِ باطن میں سیر کی ابتدا محسوس ہوتی ہے"۔ امید ہے کہ یہ احساس متحقق ہو جائے گا البتہ اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام سے کچھ حصہ اگرچہ مجمل طور پر ہو آپ کو حاصل ہے اور اس بے پایاں سمندر سے ایک قطرہ آپ کے حلق میں ٹپکایا گیا ہے۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ [اور صحیح علم اللہ سبحانہٗ کو ہے] والسلام

مکتوب ۱۰۳

محمد صدیق ولد شیخ محمد صالح تھانیسری کے نام ان کے خواب کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد بیان کیا جاتا ہے کہ جو حال آپ نے لکھا تھا اور اس کی تعبیر دریافت کی تھی واضح ہوا، اے سعادت آثار! یہ خواب اگر اچھے خوابوں میں سے ہے اور پریشان خوابوں میں سے نہیں ہے تو اس کی تعبیر دو طرح پر ہو سکتی ہے اول یہ کہ یہ خواب ظاہر پر محمول ہو، حق تعالیٰ قادر ہے کہ یہ معنی نصیب فرمائے اور ایسی قبولیت عطا کرے کہ اہلِ بدعت کے سردار و امراء اور سلاطین آپ کے ہاتھ پر توبہ اور رجوع کریں اور طریقہ اخذ کریں اور ان میں اثر پیدا ہو جائے اور مل کر حرمین شریفین جائیں الخ۔
دوسری (تعبیر) یہ کہ آدمی ایک جامع نسخہ ہے علویات و سفلیات میں سے جو کچھ عالم کبیر میں ہے وہ سب انسان میں ہے اُس میں عالمِ خلق ظاہر ہے اور عالمِ امر کا بھی (اس میں) نشان ہے شیطانی صفاتِ ذمیمہ (بھی) اس میں موجود ہیں اور ملکی صفاتِ حمیدہ بھی (اس میں) ثابت ہیں، اہلِ بدعت کا توبہ کرنا اور طریقہ اخذ کرنا گویا صفاتِ ذمیمہ کا صفاتِ حمیدہ کے ساتھ تبدیل ہونا اور طریقہ کی برکات سے اس لطیفہ کا فیضیاب ہونا ہے کہ جس کے ساتھ یہ صفات قائم ہیں اور دو بادشاہ گویا اُن